

سے کے نظم کی جاتی ہے جس میں بند اول کے پانچوں مصرعہ ایک قافیہ میں آواز
 لپکے دوسرے بندوں میں چار مصرعہ کسی اور قافیہ میں اور آخری مصرعہ بند اول
 کے قافیہ میں نظم کیا جاتا ہے۔ سودا کے شہر آشوب بہت مشہور عام ہیں۔
 حاکمیں آج یہ سودا سے کیوں توڑاؤ اول بھرے ہے جا کہیں نوکر ہلکے گھوڑا مول
 گادہ کہنے خیال کے جواب میں ہوں کیوں گاہیں تو یہ سمجھ گیا تو کہ ہے یہ شمول

تاکہ نوکری بگتی ہے ڈھیریوں یا تول
 پاہی رکھتے تھے نوکر امیر و دولتمند تو آمد ان کی تو جاگیر سے ہوئی ہے بند
 جو ایک شخص ہے بائیں صوبے کا خاوند کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشوں نے پیر
 رہے نہ اس کی تصرف میں تو جباری کوں
 زہ نوکر اب جے آقا ہر آن بچا ہے جو پوچھا اس سے کہ تم کچھ روپے لگے بائے
 بگہ بھر کے ہے بولے سوداے اٹھانے روپے کی شکل نہیں دیکھی ہم نے کیا بایا
 کہ اس زمانہ میں چٹا بنے ہے یادہ گول

باب دہم ردیف

عرب میں ردیف کا دستور نہ تھا۔ یہ شعر اے عجم نے ایجاد کیا تو بعض شعر
 عربیہ نے بھی مردف اشعار نظم کئے۔
 نصریہ ردیف۔ وہ کلمہ یا کلام ہے جو بعد قافیہ کے ہر مصرعہ یا شعر میں لا
 جاتا ہے۔ جیسے کہ زور۔

یانی کارنگ آتش غم سے بگڑ گیا جو اشک جس جگہ پر پڑا داغ پڑ گیا
 بگڑ دیا قافیہ یا ردیف ہے۔
 جو زخمی بہت نا آشنا لے لوٹ لیا وفا کا بھیس بنا کر جفا لے لوٹ لیا

سرس کی شکل میں ہوتا ہے جس میں چار مصرعہ ایک قافیہ میں اور آخری بیت کے مصرعے دوسرے قافیہ میں ہوتے ہیں۔ میر انیس دہرزا دیر نے اس صنف مرثیہ مصرع کمال پر پہنچا دیا ہے اور اس کو لفظی و معنوی خوبیوں سے معمور کر دیا ہے۔

۳۔ سلام۔ وہ نظم ہے جو غزل یا قصیدے کے طور پر حضرت امام حسینؑ و دیگر اہلبیت اطہار کی شان میں نظم کی جاتی ہے پہلے ایسی نظم میں سلام یا مجھے لفظ ضرور لاتے تھے مگر اب یہ متروک ہو گیا ہے۔ جیسے
سلامی لطیف لبوں ہنر باں اٹھاتے ہیں سر سے سخن کا نرا غنہ داں اٹھاتے

مجرانی کیا غضب ہے کسی کو حیاء تھی۔

۴۔ نوحہ۔ غزل کو نظم کی طرح پر یا مستزاد کے وضع پر حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اور ان کی اولاد کے متعلق میں کی طرح نوحہ کیا جاتا ہے۔ شاہ داود علی شاہ سکینہ تھی تھی رو کی جسے بے سر کے بھائی
علی اکبر علی اکبر مرے بے سر مرے بھائی
سمن بر شکل پنخیر مرے بے سر مرے بھائی
پڑا ہے خاک پر پیکر مرے بے سر مرے بھائی
برو اس سینہ کا کیا عالم نہیں جاتی ہے تن میں دم
روحان سیط پنخیر مرے بے سر مرے بھائی

۵۔ مذہب کے معنی نوحہ شیون اور ماتم کے ہیں۔ یہ نظم بھی بطور نوحہ کے نظم جاتی ہے جس کے آخر مصرعہ میں کچھ الفاظ بطور بین کے رکھے جاتے ہیں جیسے

حضرت خیر النساء کا جابا۔ حسین حسین حسین۔ پانی نہ اس نے پایا حسین حسین حیدر۔
تیر گئے تلواریں پٹری ہیں۔ بر چھیاں غم کی دل میں گڑھی ہیں بھان سڑی نیزہ لگا یا
حسین حسین حسین

۶۔ شبیر آشوب۔ وہ نظم ہے جس میں انقلاب زمانہ، دیرانی دنیا ہی ملک الہی، مصیبت کا تذکرہ، عبرتناک انداز میں کیا جاتا ہے۔ یہ اکثر شرط

نہ اور سلام میں ایسے متضاد بیت کثرت سے لائے جاتے ہیں۔ مرزا رفیع احمد دکنی ایک مربع متضاد لکھا ہے۔

ہے ایک روایت زردایات پر از غم۔ رو اس کو سن کر
میدان میں شدہ دین کے مارے گئے جس دم بے غیش و برادر

زینب سے لگے کہنے تب سرور عالم۔ تم سننی ہو خدا ہر

سر پر نہ رہا کوئی مرسے مولیٰ نہ ہمدوم۔ غیر از دم خنجر

دہم۔ فرد۔ اس ایک شعر کو فرد کہتے ہیں جس میں کوئی شاعر کوئی خیال

ماہر کرے جو اپنے مفہوم اور مقصد کے ساتھ کامل ہو کسی دوسرے شعر کی

فردت نہ ہو۔ اس لئے فنوی قضیدہ۔ غزل کے اشعار پر فرد کا اطلاق نہیں ہوتا۔

یاز دہم نظم۔ نظم ایک عام صنف شعر کی ہے جو مسلسل کسی ایک یا چند موضوع

پر ہو جس میں شنوی۔ واسوخت۔ مرثیہ۔ سلام۔ نوحہ۔ نثریہ۔ شعر آشوب داخل

ہیں۔ اگرچہ ان کے اشعار میں قوافی کی صورت بیان ہو چکی ہے۔ جو مختلف حالتوں

میں ہر صورت کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ تقسیم باعتبار معنی و مطلب کے ہے۔

۱۔ واسوخت۔ بیزاری کو کہتے ہیں۔ یہ وہ نظم ہے جس میں شعرا اپنے معشوق

سے مصنوعی بیزاری کا اظہار کر کے جلی کٹی ساتے ہیں تاکہ وہ آشتی پر آمادہ ہو۔

۲۔ صنف میں واسوخت امانت بہت مشہور ہے۔ یہ نظم بطور مسدس کہی جاتی ہے

نہ میں چار مصرعہ ایک قافیہ میں اور آخری بیت دوسرے قافیہ میں ہوتی ہے۔

۳۔ مرثیہ وہ نظم ہے جس میں کسی حادثہ غم پر اظہار حسرت و اندوس کیا جائے

ربا دالے عام طور سے ایسا کیا کرتے تھے۔ لیکن اب عرف عام میں مرثیہ وہ نظم

ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی شہادت کے متعلق نظم

لا جائے۔ وہ مسدس۔ مثنوی۔ ترجیع بند و ترکیب بند کی صورت میں ہوتا ہے لیکن زیادہ تر

ضرب کیا جائے تو ۴۲ ۴۱ ۴۰ ہو جاتا ہے اور جب ایک حصہ ۴۲ ۴۱ ۴۰ صورتیں ہیں
حصوں کی دو گنی شکلیں یعنی ۴۲ ۴۱ ۴۰ ہو سکتی ہیں جن کے مصرعوں کی ترتیب میں
کوئی فرق نہ ہو گا۔ لیکن جب بحر ہرج کی جتنی ترکیبیں ہو سکتی ہیں وہ ایک ہی رباعی
میں جمع ہو سکتی ہیں تو ان اختلافات کا لحاظ چنداں ضروری نہیں کیونکہ اس سے کوئی ہرج نہ ہو گا

نہم۔ مستزاد۔ مستزاد وہ نظم ہے جس میں رباعی کے مصرعوں کے ساتھ ایک
نقرہ ایسی ارکن کا ہو جن لمبی کرتے ہیں اور مقدمین غزل کے ساتھ بھی ایک نقرہ ایسی
فذن کا مستزاد کرتے تھے۔ مستزاد کی دو قسمیں ہیں۔ مستزاد عارض و مستزاد الزم۔
مستزاد عارض وہ ہے جس میں شعر کا مضمون فقرہ زاید پر منحصر نہ ہو اور مستزاد
الزم میں شعر کے معنی فقرہ زاید پر منحصر ہوتے ہیں۔

بعض شعر کا خیال ہے کہ مستزاد ارکان زوائد کا نام ہے جو کسی مصرعہ سے متعلق
کئے جائیں جس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں چاہے ایک نقرہ مصرعہ کے ساتھ بڑھایا
جائے یا دو یا تین فقرے زائد کئے جاویں۔

مثال ایک نقرہ زاید کی۔ ظفر

میں ہوں عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہیں۔ کہ غم مری غذا
نہ ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہیں۔ کھائے غم تیری بلا۔

مثال مستزاد فقرہ کی۔ محمد جان شاد۔

نالہ زن باغ میں ہو بلبل ناشاد نہیں۔ بند رکھ کام درباں کرد فریاد بکا
ڈر رہی ہے کہ خفا ہو ستم ایجاد نہیں۔ باغیاں شبنم جاں گھونٹ ڈالیکا کلا

شعر کے ساتھ مستزاد۔

اس رشک میجا کی جدائی میں یہ ہے حال عاشق کو نہ ہے صبر نہ طاقت ہے بدن میں یہ حال
نہ اور بسا ہوں تری تیغ نگہ سے غنجر کی طرح پھرتی ہے عاشق کے بدن میں یہ حال

اگرچہ حرف اول کے ساتھ فتح درست نہیں مگر عام طور سے مفتوح بولا جاتا ہے۔
 اس لئے اب جائز قرار دیا گیا ہے۔ اصطلاح شعرا میں اس نظم کو کہتے ہیں جس
 میں مثل غزل کے اشارہ سلسل ہوتے ہیں کہ جس میں ایک بیت کا مطلب دوسرے
 سے متعلق ہوتا ہے۔ شعرا نے قافیہ کی ضرورت دہر دہر سے لیکر ایک سو شعر تک رکھی ہے۔
 اس میں مطلع کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ کبھی کبھی قطعہ میں کسی مشہور شاعر کا شعر یا
 جملہ یا سطر لکھ کر دیتے ہیں۔ قطعہ

اک روز وہ فانی کا نہ سہ سہ چہ گویا از بس وہ استخوان شکستہ سے چرخ تھا
 کہ نہ کہ وہ دیکھ کے بس رہا نہ تیر یہ بھی کبھی کسی کا سر نہ غور تھا
 یہ شعر تیرا ہے۔ ہونا میں ہونے سے کتاب بڈا ہے، انکار میں لکھا ہے کہ اس
 نے ان کے دہائی سے قافیہ ہے کہ سید بکر بن کے محمود میں ہے از عربیہ بکر
 نہ ہو۔ یہاں پر نظم ہوتی ہے اور رباعی میں بھی مصرعہ ہوتے ہیں گویا اس میں
 دو بیٹے مرید ہیں اور یہاں جس کا پہلا دوسرا اور چوتھا مصرعہ ایکسا قافیہ
 دہائیہ میں ہوتا ہے صرف تیسرا مصرعہ بلا قافیہ ہوتا ہے۔ اگر تیسرا مصرعہ بھی
 قافیہ دہائیہ سے ملے تو اسے مہربان کہیں گے ورنہ مشق کہا جائے گا۔

یہ شعر ہے کہ بکر بن مرید کے سن رزن میں اچھے اچھے لاکھ نکالے ہیں
 کہ سنہ فارسی ہیں۔ سن کو قافیہ بھی کہتے ہیں۔ مثنویہ و شعر اخلاصا میرانیس
 قافیہ سے محبت۔ خوب در بعد از نظم کہیں۔

یہ شعر ہے بکر بن مرید کے سن رزن میں۔ بکر بن مرید کے لکھاتے ہیں
 کہ سنہ فارسی ہیں۔ سن کو قافیہ بھی کہتے ہیں۔ مثنویہ و شعر اخلاصا میرانیس
 قافیہ سے محبت۔ خوب در بعد از نظم کہیں۔

نق کی بہترین شنوی سمجھی جاتی ہے۔

۵۔ بحر مل مدرس مخدوف یا مقصور جس کا وزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن۔
(فاعلان) ہے۔ اسی بحر میں فارسی میں مولانا روم کی مشہور مثنوی ہے۔ مثنوی، آیہ آباد نکلیں
دکھلا دے ابراہیم بھی اسی بحر میں ہے۔

۶۔ بحر مل مدرس مجنون و مخدوف یا مقصور جس کا وزن ہے فاعلاتن فاعلاتن
فعلن۔ مولوی غلام شہید کی مثنوی نغمہ عشق اسی بحر میں ہے۔

ایک عاشق مثنوی حلیمہ دانی جس نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی
حکیم مومن خاں نے قصہ عشقیہ بھی اسی بحر میں نظم کیا ہے۔
ساقیا نہ ہر بلا دے بھنگو شربت مرگ چکھیا دے مجھ کو

۷۔ بحر سربج۔ مدرس مخدوف یا مقصور۔ مفعولن مفعولن فاعلن۔ (فاعلان)
فارسی میں مثنوی نثران الاسرار خواجہ نظامی اور مصلح الاقدار سرور کی ہیں اور
اردو میں حفظ اللہ بدایونی نے ایک مثنوی میلاد نبی اسی بحر میں نظم کیا ہے۔
حمد خدا خامہ کا معراج ہے نام خدا نامہ کا سر تاج ہے
قدر بلکہ امی نے بھی مثنوی قضا و قدر اسی بحر میں خوب نظم کی ہے۔

طرہ دستار کلام کلیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
اگرچہ مثنوی کے یہ سات اوزان مخصوص ہیں یعنی زیادہ تر انہیں بحروں میں مثنوی
نظم کرتے ہیں مگر شعرائے فارسی اور اردو نے ان اوزان کے سوا دوسری بحروں میں
بھی مثنویاں نظم کی ہیں یہاں تک کہ میر تقی میر من و سودائے بھی مثنویاں مختلف
بحروں میں نظم کی ہیں اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان بحر کی تخصیص مثنوی کے واسطے
مرتب اس وجہ سے ہے کہ اس میں مسلسل نظم زیادہ رواں اور خوش آئند ہوتی ہے۔
مفہم قطعہ۔ قطعہ یکسراف و سکون ثانی جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے ہیں اگرچہ

اور ہر بند میں کچھ اشعار بطور نثر کے معنی مطلع کے ایک قافیہ در دلیف میں نظم کے جائیں جیسے ہفت بند ملاحق کا شعی

۵۔ ترجیع بند بھی نظم مسلسل بطور ترکیب بند کے مختلف ٹکڑوں میں ہوتی ہے جس کو بند کہتے ہیں، اس میں اور ترکیب بند میں یہ فرق ہے کہ ترکیب بند میں آخریت جو گروہ کی ہے مختلف قافیہ میں ہوتی ہے اور ترجیع بند میں جملہ اشعار ہم قافیہ ہوتے ہیں۔
 ہا۔ تنویدی۔ اصطلاح شاعری میں جو مسلسل نظم کسی موضوع پر ہو اور جس کے اشعار کے درنور ہر مصرعے ہم قافیہ ایک بحر میں ہو وہ نظم تنویدی کہلاتی جاتی ہے۔
 تنویدی کے واسطے سات بحر یا مقرر ہیں یعنی عمومات شرا انھیں اوزان میں تنویدی نظم کرتے ہیں۔
 ۱۔ بحر ہزج مسدس محذوف یا مقصور۔ جس کا وزن ہوتا ہے مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن (فعولن) جیسے تنویدی نیزنگ عشق۔ شیریں و فرہاد۔ خواجہ نظامی کی فارسی میں اوزار دو میں تنویدی پیدا ورتا مصنف میر ضیاء الدین عبرت تنویدی متراج المصنایین مصنفہ میر شیر۔

۲۔ بحر متقارب مشن محذوف یا مقصور جس کا وزن ہے فعولن فعولن فعولن فعولن جیسے شاہنامہ۔ سکندر نامہ۔ تنویدی بحر البیان مصنفہ میر حسن جواد و دربان۔
 ۳۔ بحر ہزج مسدس آخری مقبوض محذوف الآخر یا مقصور الآخر۔ جس کا وزن

مفعول مفاعیلن فعولن یا مفاعیل (ہے)۔ اس بحر میں فارسی تنویدی لیلی مجنوی مصنف نظامی۔ دلدن مصنفہ فیضی اور اردو میں گلزار نسیم اچھی تنویدی سمجھی جاتی ہے۔
 ۴۔ بحر خفیف مسدس محذوف یا مقصور۔ جس کا وزن ہے فاعلاتن مفاعیلن

فعولن (ضلمان) اس بحر میں حالی کی مشہور تنویدی حبیب وطن اور تنویدی طلسم الفت

۴۔ مرتب۔ وہ نظم ہے جس میں چار مصرعہ ہوتے ہیں اور جس میں چوتھا مصرعہ ہر بند کا اول بند کے قافیہ کے موافق ہوتا ہے اور باقی تین مصرعے ہم قافیہ مختلف قافیہ کے ہوتے ہیں۔

۵۔ مخمس۔ وہ نظم ہے جس میں پانچ پانچ مصرعوں کے بند لکھتے جاتے ہیں اور ہر بند کا پانچواں مصرعہ پہلے بند کے مصرعوں کے موافق ہوتا ہے۔

۶۔ مستدس۔ چھ مصرعوں کے جداگانہ بند ہوتے ہیں جس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مرتب اور مخمس کی طرح آخر مصرعہ ہر اول کے قافیوں کے مطابقت میں ہوتا ہے لیکن دوسری صورت یہ ہے کہ ہر بند میں چار مصرعہ ایک قافیہ میں اور آخر دو مصرعہ مختلف مگر ہم قافیہ نظم کئے جاتے ہیں اور اب یہی طریقہ مرتب ہے۔ مرتب عام طور سے اسی طرح نظم کئے جاتے ہیں۔

۷۔ مستع۔ سات مصرعوں کی نظم مختلف بند میں ہوتی ہے جس میں پہلے بند کے ساتوں مصرعہ ہم قافیہ ہوتے ہیں اور دوسرے بندوں میں آخر مصرعہ ہر بند کا پہلے بند کے قافیہ کے مطابق ہوتا ہے اور باقی بند کے چھ مصرعہ جس قافیہ میں چاہے ہوں مگر ہم قافیہ ہونا چاہئے۔

۸۔ مشمن میں آٹھ مصرعوں کے بند ہوتے ہیں۔ جس میں پہلے بند کے ہر مصرعہ کا قافیہ ایک ہوتا ہے مگر دوسرے بندوں کے آخری مصرعہ کا قافیہ پہلے بند کے موافق ہوتا ہے اور دیگر قوافی مختلف ہوتے ہیں مگر ایک بند میں ہم قافیہ ہونا چاہئے۔

۹۔ تسع۔ مشمن کی طرح نو مصرعوں کی نظم تسع کہی جاتی ہے۔

۱۰۔ مستشر۔ دس مصرعوں کی نظم جو مختلف بندوں کے طور سے لکھے جاتے ہیں اس کی صورت بھی مخمس و مستدس کے طور سے ہوتی ہے۔

۱۱۔ ترکیب بند۔ اس نظم مسلسل لکھتے ہیں جس میں کئی بند ہوں۔

شعر جس میں شاعر اپنا تخلص نظم کرتا ہے مقطع کہلاتا ہے۔

۲۔ قصیدہ۔ قصیدہ کے لغوی معنی تو فرش بچھانے کے ہیں لیکن اصطلاح شاعری میں وہ بسو ط نظم ہے جو ایک ردیف و قافیہ میں کسی غرض خاص سے یعنی کسی کی تشریف یا تہنیک کے لئے نظم کی جاتی ہے بشعر اس نظم کو چند حصول میں منقسم کرتے ہیں اور ہر جزو کے ابتدا میں ایک یا چند اشعار بطور مطلع رکھتے ہیں۔ جس میں دو لای مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ پہلا حصہ جو بطور تشبیہ کلام کے ہوتا ہے اس کو تشبیب کلام کہتے ہیں۔ اس کے بعد غرض خاص کے بیان کے طرف اس طرح رجوع کرتے ہیں کہ سلسلہ کلام منقطع نہ ہو اس کو گریز یا حسن تطبیص کہا جاتا ہے اس کے بعد مدح یا ذم میں اشارہ ہوتے ہیں تب عرض حال کے بعد دعا پر کلام ختم کیا جاتا ہے آخر میں مقطع کا شعر ہوتا ہے جس میں شاعر اپنا تخلص نظم کرتا ہے۔

۳۔ مسمرط۔ مسمرط کے معنی موتی پر دانے کے ہیں اس کا مفعول مسمرط ہے اصطلاح سخن میں اس نظم کو کہتے ہیں جس میں چند مصرعے ہموزن اور ہم قافیہ جمع کر کے بنیاد بنی قرار دیتے ہیں اور پھر حقے بند چاہیں اسی وزن میں لکھیں ہر بند کے مصرعوں میں جو قافیہ چاہے اختیار کریں لیکن ہر بند کا مصرعہ آخر کا قافیہ ردیف اول بند کے قافیہ و ردیف کے مطابق ہونا چاہئے جس کی آٹھ مختلف

صور بنیاد بنی ہیں۔
 شمس۔ مریخ۔ زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ مریخ۔ شمس۔ شمس۔
 شمس۔ مریخ۔ زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ مریخ۔ شمس۔ شمس۔
 شمس۔ مریخ۔ زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ مریخ۔ شمس۔ شمس۔
 شمس۔ مریخ۔ زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ مریخ۔ شمس۔ شمس۔

ہو اس کا تعلق بالکل علم بدیع سے ہے۔ اس میں کوئی قید مساوات حروف باہم آہنگی آواز و حرکات کی نہیں ہے مگر جس قدر موافقت ہوگی اتنا ہی زیادہ خوش آئند ہوگا بمقتی عبارت کوثر مستمع کہتے ہیں لیکن اکثر قافیہ بندی سے بیگانگی کا لطف جاتا رہتا ہے تو یہ کوشش بیکار ہے۔ چنانچہ آج کل ادبا اس صفت کو لا حاصل اور قابل ترک سمجھتے ہیں۔

۲۔ نظم میں قافیہ کا التزام اگرچہ اب عصر جدید کے ادیب لازم نہیں سمجھتے لیکن جیسا کہ شعر و شاعری کے حصہ عروض میں مفصل ظاہر کیا جا چکا ہے قافیہ شعر کا ایک ضروری رکن ہے جو مختلف اقسام نظم میں مختلف طریقوں سے لایا جاتا ہے جس کی تصریح درج کی جاتی ہے۔

اقسام نظم۔ متقدمین نے بہت سے اقسام نظم قرار دیے ہیں۔ ان میں مخصوص یہ ہیں۔ غزل، قصیدہ، مسطع، ترجیع بند، ترکیب بند، ثنوی، قطعہ، رباعی، مستزاد، فردہ اور نظمیں

۱۔ غزل کی صنف اہل فارس کی ایجاد ہے جس کے معنی کلام بہ زبان کردین ہے (مخمرات) سے باتیں کرنا ہے۔ اس میں زیادہ تر عاشقانہ شعر ہوتے ہیں مگر اس کا دامن اتنا وسیع ہے جس میں نصیحت، فحیحت، وعظ و نید، تصوف، معرفت، کلام، عبرت انگیز، اور فلسفیانہ خیالات، سچو تضحیک، رب کی گنجائش ہے۔ اور یہ بہت عمدہ طریقہ اظہار خیالات و اشاعت زبان کا ہے جس کے ذریعہ سے ہر مبدی و متسی اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کر کے قدرت کلام بڑھا سکتا ہے۔ اس میں کم سے کم پانچ شعر اور زیادہ سے زیادہ پچیس شعر ایک ردیف و قافیہ میں رکھے جاتے ہیں۔ شروع میں ایک یا چند بیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے دونوں مصرعہ ہم قافیہ و ردیف رکھے جاتے ہیں وہ مطلع کہنا چاہئے اور آخر

پروہ رہے نامہ عمل کا کھل جائے نہ قبر میں لفظ
لفظ کی کہ کو الف سے بدل دیا ہے۔

انتہا۔ صورت مذکورہ چنداں معیوب نہیں سمجھی جاتی سوائے اس کے کہ
جب دوسرا قافیہ مرکب ہو یعنی ایسا ہو کہ ایک جگہ حرف روی جزو لفظ واحد ہو
اور دوسری جگہ مرکب ہو زیادہ معیوب ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں میر
گئے پاس اُس کے وہ شیخ زمانہ رکھا پھر اُس کے آگے لا کے کھانا
شیخ زمانہ اور کھانا کا قافیہ درست نہیں ہے اس لئے کہ زمانہ مضاف الیہ ہے۔
۳۔ قافیہ میں ت حرف روی کے مقابلہ میں اگر ہندی کا حرف تھ رکھا جائے
تو یہ بھی نقص تفسیر قافیہ ہے یعنی رات و بات کے مقابلہ میں ساتھ و ہا محقق قافیہ
کیا جائے یہ درست نہیں جیسا کہ متقدمین کیا کرتے تھے۔

دلیر شاہ۔ پھر بھی یار بے کبھی دکانا ہو یا ہوے ہو گئے میں ہاتھ ہو
مرا صفا۔ دیکھیں گے حضور ایسی کوئی بات نہ ہوگی
روح آپ کے بیمار کے کیا ساتھ نہ ہوگی
یہ عیب الفا میں بھی داخل ہے جس کی تصریح پہلے ہو چکی ہے۔

باب نہم محل قافیہ

قافیہ کی نوعیت اور حقیقت معلوم کرنے کے بعد یہ جان لینا ضروری
ہے کہ یہ کس طور سے اور کس موقع پر کہاں کہاں کیے لایا جاتا ہے قافیہ نثر
اور نظم دونوں میں آتا ہے۔

۱۔ نثر میں قافیہ کا استعمال موقع اور محل سے ہوتے ہیں۔ ایک قسم کی خوبی
کلام میں ہو جاتی ہے یہ شریکہ سلاست کلام اور فصاحت زبان میں محل واقع

زمانہ لفظ زاید اور بوجہ نامہ ملا مرکب ہے۔

نہم تضمین۔ علم قافیہ میں جس عیب کا نام تضمین ہے وہ اقسام شعر کی نظم میں یہ ایک اصطلاح علم قافیہ میں جب ایک مصرعہ میں ایسا قافیہ لایا جائے جس کا مطلب دوسرے مصرعہ سے ظاہر ہوں تو یہ عیب تضمین ہے مگر بعض شعر اس کو معیوب نہیں سمجھتے۔ میر جگر میں اپنے بانی روئے روئے اگرچہ کچھ نہیں اسے ہنشتیں یہ

مطلب اور ادا صحت نہیں ہوا۔
کبھی جو آنکھ سے چلتے ہیں آنسو تو بھر جاتا ہے پانی سب میں پر

جو دوسرے شعر سے معلوم ہوا۔
نوٹ۔ اکثر شعراء کے نزدیک اگر کوئی شعر تو یہ امر حیدر محیوب نہیں لیکن ایک لفظ مفرد کو دوسرے کے بعض کو مصرعہ اول کا قافیہ اور باقی کو دوسرے مصرعے میں شامل کر دینا تو بہت ہی مذہوم ہے۔ اگرچہ اکثر اشعار عرب میں یہ ترکیب پائی جاتی ہے مگر اردو فارسی میں بہت معیوب ہے جیسا کہ مولوی محمد اسماعیل کا یہ شعر۔

جو ہیں آفتاب تماہل سے چھپا یا اپنا جلوہ

ن حرف ردی مصرعہ اول کو دوسرے مصرعہ کے ساتھ ملا لیا ہے
نہم عیب قافیہ تغیر۔ تغیر ایک غزل یا قصیدہ یا قطعہ میں قافیہ کی صورت بدلنے کا نام ہے یہ ایک عیب ہے اس لئے شعرا جب ایسا کرتے ہیں تو ظاہر بھی کر دیتے ہیں۔

جب ایک مصرعہ میں الف قافیہ ہو اور دوسرے مصرعہ میں بجائے اس کے ہائے ہو کر الف سے بدل کے قافیہ بنادیں تو یہ بھی عیب بغیر قافیہ ہے۔
ہوں عشق پسیر غم رسیدہ آگاہ کر کہ یہ ہو اکیا
رسیدہ کی ہ کو الف قرار دیا ہے۔

معیوب نہیں۔

ہشتم عیب قافیہ غلو۔ غلو وہ عیب ہے کہ جب ایک مصرعہ میں حرف روی ساکن ہو اور دوسرے میں متحرک آجائے۔

جراث۔ کیونکہ ابتریہ کہے پاؤں وہ ریخورد دراز
جس کی خود رفتگی بھی ہوسفر دور و دراز

پہلے مصرعہ میں قافیہ ریخورد میں ساکن ہے اور دوسرے مصرعہ میں متحرک اس لئے یہ عیب غلو ہے۔ مومن نے ایک نغزل میں جس کا قافیہ بار دقا رہے اور آجائے ردیف ہے اس میں پیشتر لکھا ہے۔

حسن انجام کامومن مرے بارے ہے خیال یعنی کتا ہے وہ کافر کہ یہ بار اچلے
حرف روی متحرک ہو گیا ہے۔

قاعدہ۔ مولوی صہبائی کی نظر میں اگر ایک مصرعہ میں روی اصلی ہو اور دوسرے مصرعہ میں حرف زاید کو اصل کے حکم کر کے قافیہ بنا لیا ہو تو یہ بھی عیب غلو ہے۔ جیسے کالی کے مقابلہ میں لالی۔

اگر حد سے زیادہ ہوئے لالی اور اس لالی پہ چپٹی ہوئے کالی
لالی میں ی زاید اور کالی میں اصلی ہے۔

محشر۔ صفت نرگاں میں ترے چکے ہے تیروں کی انی
کس کی تاراج کو اٹدی ہے یہ فوج دکنی

میر۔ آخر میں صنایع لوگو آفریں کیا لگایا باغ آکر کاغذیں
آخر میں اصلی اور کاغذیں میں زائد ہے۔

نواب کلب علی خاں۔ ملا ہزاروں سے میں مجھ سے اک زمانہ ملا
مگر خدا کی قسم تجھ سا بیوفانہ ملا

اگرچہ یہ عیب معمولہ قافیہ میں داخل ہے لیکن چونکہ اس ترکیب میں ایک صفت ہے
اس لئے شعر اجازت قرار دیتے ہیں۔
دوسرے معمولہ تحلیللی وہ ہے کہ کسی ایک لفظ کے ٹکڑے کر کے قافیہ بنایا جائے
جیسے میر درد کی اس غزل میں ذیل کا شعر ہے جس کا قافیہ سر اور ردیف سے ہے
سر سے اور نظر سے۔

اس طرح کے رونے سے تو دل پنا رکھے اے کاش یہ ابر مزہ دل کھول کے برے
ذوق۔ سافیا ہوں جو صبحی کے نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اُبھیں نہ ترے سوا لے
قاعدہ۔ جب ایک جگہ حرف روی مفوظ و مکتوب ہو اور دوسری جگہ غیر مکتوب
تو وہ بھی عیب معمولہ میں داخل ہے جیسے تیش۔

بلا لایا گھر سے اُسے دفعتن کما اے گئی کر کچھ اس کا جتن
بہار دانش۔ ہوا اُس کے خوشنودشہ یسن کیا حکم خرگوش کو دفعتاً
ان دونوں اشعار میں ایک جگہ روی حرف اصلی ہے اور دوسری جگہ ترکیب تنوین
سے اس وجہ سے عیب معمولہ میں داخل ہے۔
امانت۔ رفتار کی چلن سے غضب دل کیچلے
چھوٹے سے سن میں رہا غضب تم ہو چالے
آتش۔ ہاتھ سے تیرے لکھی ہے جو کوئی قاتل قضا
زندگی سے تنگ میں ہم بھی نہیں اقصا

تسکین۔ میں نے جو رکھا پاؤں پر سر کو بولے وہ ناز سے کہ بس سر کو
ان سب اشعار میں ایک طرف تو پورا کلمہ قافیہ ہے اور دوسری طرف جزو کلمہ
قافیہ کیا گیا ہے اگرچہ عیب معمولہ میں داخل ہیں مگر صفت گری کے لحاظ سے چھدار

عیب الیاس ہے۔

نیلیم۔ شہ نے کہا سن وزیر دانا بے دیکھے سُنے کو کس نے مانا
دانا میں الف فاعلیت کا ترکیبی ہے اور مانا میں رون اعلیٰ ہے۔ اس وجہ سے
یعیب الیاس میں داخل ہے۔

قاعدہ۔ مردف اشعار میں الیاسیا شاہنگاں زیادہ برائیں معلوم ہوتا اس
لئے وہ الیاسے خفی ہے جیسے حالی۔

بڑا غلغلہ جن کا تھا کشوروں میں وہ سوتے ہیں بغداد کے مقبروں میں
طاؤس کو ناچنا بتایا کوئل کو الاپنا بتایا۔

پہلے شعر میں علامت جمع کی اور دوسرے شعر میں علامت مبصری کی تکرار
سے اگر چاہا الیاسے جلی ہے مگر ردیف کے ساتھ ہونے کی وجہ سے چننا برائیں
معلوم ہوتا اس لئے الیاسے خفی ہے۔

منہج عیب قافیہ معمولہ۔ اصطلاح شاعری میں معمول اُس قافیہ کو کہتے ہیں
کہ ایک جگہ لفظ واحد قافیہ ہو اور دوسری جگہ مرکب قافیہ ہو یعنی ترکیب سے بنایا
گیا ہو جس کی دو قسمیں ہیں ایک ترکیبی دوسری بھیلی۔

۱۔ قافیہ معمولہ ترکیبی وہ ہے جو قافیہ دو کلموں سے مرکب ہو جیسے مرزا دیر
صادق مثال شمس و قمر کے نہ آئے نہ کیا تاب نہ نو دیکھو جو پر رہا آئندہ
نہت۔ پاؤں آخر کو مرا و تری بیانی ہے جو میں کتا ہوں وہ اک دن ترے پیشانی ہے
غیر شکر چیں ہے۔ غم دل اس کو مٹائے نہ بنے

کما بنے بات جاں بات بنائے نہ بنے

تو جوں اس کو گول غلبہ دل

تو جوں اس کو گول غلبہ دل

میں اختلاف ہو اُس کے ایٹاکے جلی ہو جاتا ہے۔ میر درد

مدرسہ یادیر تھا یا کعبہ یا بیتخانہ تھا ہم سبھی مہمان تھے واں وہ ہی عدا تھا
بعض عروضین نے اس میں بھی ایٹاکا عیب قرار دیا ہے کیونکہ بت خانہ اور
صاحب خانہ میں سے کلمہ زاید خانہ جدا کر دیا جائے تو حرف روی میں اختلاف
ہو جاتا ہے لیکن جیسا کہ پہلے میر انیس کے شعر کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ صاحب
خانہ مالک مکان کو عام طور سے کہتے ہیں اس وجہ سے یہ بمنزلہ اسم عام کے جزو کلمہ
ہو گیا ہے حرف زاید نہیں اس وجہ سے عیب ایٹا نہیں ہے۔ چنانچہ شعر یہ کیسا اچھا
ہے ذہن سلیم کو بھی معیوب نہیں معلوم ہوتا۔

۱۔ قاعدہ اشتبا۔ اگر تکرار الفاظ سے دوسرے معنی پیدا ہو جائیں تو یہ عیب
نہیں ہے بلکہ صنعت تجنیس میں ایک قسم کا حسن ہے۔ تسلیم۔
کبھی دیکھے نے نہ ایسے کان لکھوں کانوں کو نازکی کے کان

دوسرے مصرعہ میں کان بمعنی معدن ہے۔ میر
میں مچلی مکتی تھی دھڑی کے سیر
پہلے مصرعہ میں میر معنی وزن اور دوسرے میں جی بھر کے کھانا۔

۲۔ قاعدہ۔ مفرد کو جمع کے ساتھ قافیہ کرنا بھی ایٹا میں داخل ہے۔ میر و سید
زیر و زیر میں ناوک سر کردہ کمان ہیں پیش راہواروں کی گویا کڑتیاں
کمان مفرد ہے۔ اُس کے مقابلہ میں کڑتیاں جمع ہے۔ مگر یہ ایٹاکے سختی ہے۔
زیادہ بُرا نہیں معلوم ہوتا۔

۳۔ قاعدہ ۵۔ خواجہ نصیر الدین کے نظریں حب قافیہ مرکب سے ایک جزو
کر رہا دمعنی واحد پر آئے تو وہ بھی ٹھاکل ہے جیسے العت دن صیفہ جمع کے یا العنود
فاعلیت کا اور یا کے تکثیر و یا کے مصدری وغیرہ کا لفظ اصلی کے ساتھ قافیہ بنانا

۲۔ ایٹائے جلی وہ تکرار حروف زاید جس میں سے اگر وہ حروف زائد جدا کر لئے جائیں تو حروف ردی میں مزاج اختلاف پیدا ہو جائے جیسے چلتا ہے۔ کتا ہے۔ جاتے والا۔ بدلتے والا۔ وغیرہ وغیرہ۔

قاعدہ۔ ابطاکی دریافت کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ الفاظ قافیہ میں سے حروف زاید حذف کرنے کے بعد اگر حروف ردی مختلف ہو جائے تو وہ قافیہ درست نہیں۔ چنانچہ دریائے لطافت میں بھی لکھا ہے کہ جو حروف حروف ردی پر زاید ہوں اُن کو گرا دینے کے بعد اگر دونوں مصرعوں میں حروف موافق نہ رہیں تو وہ عیب الیٹا ہے۔ میر شبیر علی افسوس۔

رکھے سیدارہ گل کنول کے غنڈلیوں کے چمن میں پھول گویا آج ہنسنے شہیدوں کے غنڈلیوں اور شہیدوں۔ میں حروف (ون) زاید ہیں جن کے حذف کرنے کے بعد حروف ردی مختلف ہو جاتا ہے۔ سودا۔

ٹپکا گاڑھے کا کتب تک باندھوں موٹی شلوار تاکجا پہنوں

دونوں میں (ون) زاید ہے جس کے جدا کرنے سے حروف ردی میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ میر انیس۔

ہر سمت تھتی سناں پہ سناں مثل خار زار ہر صف میں تھتی سپر پہ سپر مثل لالہ زار
زار کلمہ زائد ہے اُس کے دور کرنے سے مطابقت ردی باقی نہیں رہتی
اس لئے یہ بظاہر عیب خیال کیا جاتا ہے لیکن اگر لالہ زار بطور علم کے ہم عام سمجھا جائے تو معیوب نہیں ہوتا۔ کیونکہ کثرت استعمال سے لالہ زار اب بطور علم کے مثل گلشن کے ہو گیا ہے اور گلشن کا قافیہ روشن سے ہو سکتا ہے۔

ہم۔ انشی۔ دیا اُس کو ہر تاجور نے خراج لیا خسرو نامور نے خراج
تاجور اور نامور قافیہ میں جس میں زائد ہے جس کے دور کرنے سے حروف ردی

بغیر موافقت ردی قافیہ میں ہو جس کو شائگان بھی کہتے ہیں۔

شائگان کے معنی کننرت نامحدود جیسے گنج شائگان اس خزانہ کو کہتے ہیں جس میں بے حد دولت ہو اور چونکہ اس عیب میں تکرار الفاظ کی ہوتی ہے اس وجہ سے اس عیب کو شائگان کہتے ہیں یا چونکہ شائگان کے معنی بیکار کرنے کے ہیں اور ایسے قافیہ میں بلا تحقیق کے سرسری طور سے الفاظ رکھ دئے جاتے ہیں جس میں تکرار حروف زائد کی ہوتی ہے جو بمنزلہ بیکار کے ہے اس لئے اس عیب کا نام شائگان بھی رکھا ہے۔

اقسام الیٹا۔ اس عیب کی دو قسمیں ہیں۔ خفی اور جلی۔

۱۔ الیٹائے خفی وہ ہے جس میں حرف زائد کی تکرار اچھی طرح سے ظاہر نہ ہو جیسے دانا دینا۔ اگرچہ دونوں میں حرف الف زائد ہے لیکن بوجہ کثرت استعمال جو کلمہ ہو گیا ہے جو برا نہیں معلوم ہوتا جیسے آب و گلاب۔

سودا۔ دال روٹی اگرچہ گھر میں کپے چچہ بھر بھی جو گھی نہ اس میں پڑے کپے اور پڑے دونوں میں حرف ی زائد ہے اگر وہ حذف کر دیا جاوے تو ردی مختلف ہو جائے۔

ناسخ۔ معطر اس کے نہانے سے بیکار ہوا حباب محریہ اک شیشہ گلاب ہوا قاعدہ۔ واضح ہو کہ جب ایک مصرعہ میں حرف زائد ترکیبی ہو اور دوسرے مصرعہ میں کثرت استعمال سے علم کی صورت اختیار کر لے تو وہ الیٹا یا شائگان نہیں ہے۔ مثلاً۔

آتش اُلفت سے ہوں ہر دغ سوزاؤں گیا میں مجسم صورت سرور چراغاں ہو گیا
اگرچہ الف نون ان دونوں مصرعوں میں زائد ہے مگر دوسرے مصرعہ میں سرور چراغاں
بمنزلہ علم کے ہو گیا ہے اس وجہ سے اس میں عیب الیٹا نہیں ہے۔

مجلد اس قطعہ میں ہم قافیہ صحرا - دنیا کا کیا گیا ہے -

سوم - وہ ہائے مخفی جوارہ دو میں ہائے مجہول کی طرح پڑھی جاتی ہے
 اس کو اصل ہائے مجہول کے مقابلہ میں قافیہ کرنا جائز قرار دیا گیا ہے جیسے
 نشہ الفت نہ ہے میں اور نہ بیخانہ میں ہے یہ شراب کیف دل میں لے کے پائیز
 خانہ کعبہ میں کیا بس نام ہے اللہ کا دل کے سمجھائے کی ایک صورت بتوانے میں
 ان اشعار میں بیخانہ و بیخانہ جس میں ہائے مخفی ہے بطور ہائے مجہول قافیہ
 کیے گئے ہیں -

تذیبہ - واضح ہو کہ یہ ترکیب اردو ریختہ میں اس وقت جائز ہے جب عربی
 فارسی ترکیب نہ ہو اگر عربی یا فارسی کی کوئی ترکیب ہے تو ہائے مخفی کا پائے مجہول
 کے ساتھ ہم قافیہ کرنا جائز نہ ہوگا -

چہارم - عربی کی وہ دو بطور الف کے پڑھی جاتی ہے جیسے زکوٰۃ اور صلوات
 کو حیات اور مہمات کا قافیہ کرنا جائز ہے -
 ہوتے محدود ہر ماس قدر زکوٰۃ ہے نہ طوۃ

پنجم - تنوین - یعنی عربی کا وہ ن جو فحش یا کسرتین یا غمضین سے ظاہر کیا جاتا
 ہے اور کتابت میں نہیں آتا مثلاً فوڑا اور ضمنا کا قافیہ گلشن اور روشن سے کرنا
 جائز سمجھا گیا تھا مگر اس سے احتراز کرنا چاہئے -

ششم - ہائے مخفی کی وہ صورت جو اہل سے متغیر ہو جاتی ہے یعنی جب
 بحر و بحر سے بنائی جائے قبائلی جمع قبائلی اور پر دانہ کی پر والے - نائے
 گرتے کا قافیہ ہی مجہول سے کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ ترکیب فارسی نہ ہو
 قافیہ ایطال - ایطال کسر الٹ ویاے معرف و طائے مطلق یا مال
 یا خیش - وہ صورت ہے جب تکرار حرف زائد

مثال بعیا المخرج - قلق - فرش کی جا ہے فرش دامن وشت
زیب دیتی ہے صدر بنجودی کی لشت

دشت میں حرف شین بچہ اور لشت میں س مملہ ہے جو محبوب ہے -
مستثنیات عیب تحریف روی - علمائے عروض نے خیال اتحاد مخارج حروف
ذیل کی حالتوں میں اختلاف روی جائز قرار دیا ہے -

اول - حب الف مقصورہ ہو یعنی الفاطری جس میں الف مقصورہ کا رسم
ی سے ہوتا ہے اس کا قافیہ الف سے کیا جاسکتا ہے جیسے عیسیٰ - موسیٰ -
مُصطفیٰ - مرتضیٰ - لیلیٰ - تجلیٰ - اعلیٰ - ادنیٰ - طوبیٰ - عفتیٰ کا قافیہ - تمنا - شیدا - دانا
بنیا - میسا وغیرہ سے ہو سکتا ہے صرف رسم خط بدلنے کی ضرورت ہوتی ہے - لیکن
جب فارسی ترکیب کے ساتھ ہو تو رسم خط بھی بدلنا مناسب نہیں جیسے سایہ طوبیٰ -
برق تجلی وغیرہ -

مثال مرزا دبیر - ادنیٰ سے جو سر جھکائے اعلیٰ وہ ہے

جو خلق سے بہرہ ور ہے دریا وہ ہے

کیا خوب دلیل ہے یہ خوبی کی دبیر

سمجھے جو بڑا آپ کو اچھا وہ ہے

دوم ہائے مخفی - تمام شعرا ہائے مخفی کو الف کے ساتھ ہم قافیہ کرنا درست

سمجھتے ہیں جیسا کہ سایہ - پروانہ - زیبا - اور شیدا کا قافیہ ہو سکتا ہے -

چاند نیکی کو ترے سر سے چھائے تو فلک - یہ بھی کیا کچھ مرے طالع کا ستارہ ٹھہرا -

الف کے ساتھ قافیہ کیا گیا ہے - یہ شعر اُس غزل کا ہے جس کا قافیہ زیبا اور میسا

سے - اُس کا قافیہ ستارہ کیا گیا ہے -

ظالمی تو اسے سمجھو مگر صالح عالم کا
کلمات تمنا کی خلوت کا یہ حجلہ ہے -

قافیہ دور - مناسب نہیں -

۲۔ الفتنال اختلاف حرکات حذو حجب روف واد کے ساتھ ہو۔
شوکت - سپہدار حارث نے بازو و شور بہت حجب کیا پست کرنے کا طور
پہلے مصرعہ میں مضموم اور دوسرے میں مفتوح ہے یہ عیب سادہ ہے۔

(ب) مثال اختلاف حذو حجب روف ی کے ساتھ ہو۔

سو دا - ایک دن مرزا گئے کہنے کو سیر ہو گئی اُس میں جو اک لمحہ کی دیر
پہلے مصرعہ میں مفتوح اور دوسرے میں مکسور ہے۔

سو دا - تھا غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر گرہ پر نہ اُس سے بچا ہوئے وہ طیر
پہلے مصرعہ میں مکسور اور دوسرے میں مفتوح ہے۔

۳۔ مثال تین کی حرکت ماقبل کا اختلاف جو عیب سادہ کا باعث ہوتا ہے
جیسے سو دا۔

اُٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے
عصر میں رہے مشہور اور مصر میں م مکسور ہے۔

قاعدہ استثنا - اگر حرف روی متحرک ہو جائے۔ اختلاف حرکات حد دیار و
دقیقہ قید مضائقہ نہیں رکھتا۔

(۴) حروف قید کا اختلاف اگرچہ متقدمین کے کلام فارسی اور پنجہ میں
اکثر پایا جاتا ہے لیکن یہ بہت معیوب ہے۔ خواہ وہ الفاظ قریب المخارج ہوں
یا نہ ہوں جب نہ اتنا زعمیر جہ زلی میں ہے۔ یہ اب معیوب اور قابل ترک ہے۔

مثال قریب مخارج سو دا

تو تیرے چہرے کی شہادت کہ ہوئے قافیا ست رونق بزم

تو تیرے چہرے کی شہادت کہ ہوئے قافیا ست رونق بزم

س کو سو کر لیا جائے کب کو کد لکھیں اور جب کو جد کر دیں۔ جیسے بلیک کو بلیت کہیں۔

مثنوی لیلی مجنوں۔ تازہ لیت جہاں اُس سے (کد) کب ہوں

وہ روح ہے اور میں جند ہوں

رحلت میں کر دیں گا دھڑ سے جد (عجب)

ہو دے گا تو جانشین مستند

میر عجب نہیں ہے نہ جانے جو میر جاہ کی ریت سنا نہیں ہے گریہ کہ جوگی کس کی میث

نہر ارشاد و مساوی غسل شیخ کرے ہمارے غدیہ میں تو ہے وہ نصیحت و نصیحت

پنجم سناد۔ بکسرین۔ حروف اشباع۔ خدو۔ وخیل روف و قید کے

حرکات کے اختلاف جو نقص پیدا ہو جاتا ہے اوس کو سنا دیتے ہیں جیسا کہ

ذیل کی مثالوں سے واضح ہوگا۔

۱۔ مثال اختلاف حرکات اشباع۔ سہرہ۔

کشتی جو ہوئی غرق تھی سالم نکل آئی ویسی ہی مجھک سہرہ عالم نکل آئی

وہ دونوں مصرعوں کے قافیوں میں لام حروف وخیل ہے جس میں اختلاف

ہے یعنی سالم میں ل کسور اور عالم میں مفتوح ہے یہ عیب سنا دے۔

۲۔ میجرن۔ وہ ظاہر میں ہر خید ظاہر نہیں پنہا ہر کوئی اُس سے باہر نہیں

ظاہر ہے ہا بالکسر ہے اور باہر اور وہیں اسے مفتوح کے ساتھ مستعمل

ہے اس وجہ سے اس میں عیب سنا دے۔

استثنا۔ قاعدہ ۱۔ جب حروف روی بدلے مل کر متحرک ہو جائے تو حرکت

اشباع کا اختلاف پیدا نہیں معلوم ہوتا جیسے حاضر می اور داہر می۔

قاعدہ ۲۔ روف کے ماقبل حرکات کا اختلاف الف حرف روف

ہونے کی حالت میں تو ہو نہیں سکتا باقی صورتوں میں جیسے جیسے ہوگا

دب (کو رپ) کے ساتھ حرف روی کیا ہے۔

ہم۔ قافیہ میں حرف روی کے مقابلہ میں بخدی کا حرف رکھنا بھی معیوب

ہے جیسے رات و ذات کا قافیہ ساتھ اور ہاتھ درست نہیں ہے جیسے۔

پھر بھی یار سب کبھی دل رات ہو یار ہوے ہو گلے میں ہاتھ میں ہو
دیکھیں گے حضور ایسی کوئی بات ہوگی روح آپ کے یار کے کیا ساتھ ہوگی

یہ سب معیوب نہیں ہے۔

اگر یہ متقدمین کات کو کثرت کے ساتھ اور زکوٰۃ کے مقابل میں ب کو ب کے
مقابلہ میں ج کو ج کے ساتھ حرف روی کر کے قافیہ بنالیتے تھے لیکن یہ بالکل
معیوب اور قابل ترک ہے۔ اختلاف حرف روی گو عرب کے اشعار میں
اکثر پایا جاتا ہے لیکن فارسی میں جائز نہیں اور اردو میں بہت معیوب ہے۔
جیسے:- یار کے ساتھ غیر کو دیکھا بھلوئے گل میں خار کو دیکھا

سوم اجارہ۔ جب حرف روی میں آواز کا اختلاف نہ ہو بلکہ صورت حروف
کا ہو یعنی ایک مصرع میں ہائے ہونہ اور دوسرے میں ہائے حلی ہو تو وہ بھی معیوب
ہے جو اصطلاح شاعری میں عیب اجارہ کہا جاتا ہے مثلاً نکاح کے مقابلہ میں گناہ
اور الغیث کے مقابلہ میں الناس اور اخلاص کے لئے افلاس ہم قافیہ کیا جائے
تو عیب اجارہ ہے۔

قاعدہ۔ حقیقت میں اکفا اور اجارہ دونوں اختلاف حرف روی سے
پیدا ہوتے ہیں فرق یہ ہے کہ جب حرف روی قریب المخرج ہوں لیکن صورت
کتابت میں فرق ہو تو وہ عیب اجارہ ہے ورنہ اکفا۔

چہارم تحریف روی۔ تحریف روی اُس عیب کا نام ہے جو روی کو صیغہ مستعمل سے
کسی دوسرے صیغہ میں تبدیل کر کے قافیہ بنالیں جیسے فارسی میں سبب کا لفظ ہے

لیکن یہاں بطور اہم کے استعمال ہوا ہے اور اردو میں بالغ بھی بولتے ہیں۔
 اس وجہ سے ریختہ میں یہ ترکیب جائز ہے اور اس میں عیب انوائیں ہے۔
 قاعدہ استثنا۔ اگر حرف روی حرف وصل کے ساتھ متحرک ہو جائے تو
 حرکت توجیبہ میں اختلاف چنداں برائیں معلوم ہوتا۔ میر تقی
 جویل سرشک کا چلے ہے دریا کے ہونٹھ جا لے ہے

اس شعر میں لام حرف روی اور ی حرف وصل ہے پہلے مصرعہ میں حرکت
 اقبل مفتوح اور دوسرے میں کسور ہے جو عیب انوائیں داخل ہے مگر حیدر
 معیوب نہیں۔

مرزا دبیر۔ غلہ جو مرے خیمہ میں ہے آہ چلے گا فاقہ شکنی کے لئے وہ تم کو ملے گا
 اس شعر میں بھی گودو دونوں مصرعوں کی حرکت توجیبہ میں اختلاف ہے لیکن معیوب
 نہیں معلوم ہوتا۔

دوم اکفأ۔ اگر الفاظ قافیہ کے حروف روی مختلف رکھے جائیں تو اصطلاح
 شاعری میں اس عیب کا نام اکفأ ہے جو بہت معیوب ہے لیکن کبھی ہم آواز ہونے
 کی وجہ سے فارسی اور ہندی کے حروف ہم قافیہ کر لئے جاتے ہیں جو صحیح نہیں۔
 مثال ملاحظہ ہو۔

۱۔ محشر۔ دل چاہے ہے پھر لینے کو بوسہ ترے لب کا
 کیا کیجئے بے طرح پڑا اب تو یہ لپکا
 ب اور پ قافیہ کیا گیا ہے۔

۲۔ میر فیض الدین غوث۔ وہ آہن کو ہے لتخصیص کھینچے بزرگ سنگ قضا طیس کھینچے
 (ص کو ص کے ساتھ ہم قافیہ کیا ہے)

۳۔ میر حسن۔ اسی طرح مدت گئی حب اُسے چڑھی گری عشق کی تپ اُسے

غالب۔ یاد ہے مشاوری میں جتنی سنگاڑ یارب مجھے سجدہ اہم ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے
 دل لگا کر آپ بھی غالب بھی ہے جو کہے عشق سے آتے تھے ملنے میرا تھا مجھے
 پہلے معصیوں میں حرف توجیہ مفتوح ہے اور اخیر مصرعہ میں صاحب کا حرف کسور ہے
 جس کو مفتوح کے ساتھ قافیہ کیا گیا ہے جو اقواس داخل ہے۔ یہ کہنا کہ صاحب میں
 حرف مفتوح ہے صحیح نہیں کیونکہ صاحب اسم فاعل ہے جس میں قاعدہ سے حرف ح
 کسور ہے اور شعراء نے بھی ایسا ہی نظم کیا ہے۔

سودا میں جو پوچھا کہنا سبب موت پوچھ بات کہتی یہ نا مناسب ہے
 ہے جو کچھ نظم و نثر عالم سے ہے دیر ایراد میر صاحب ہے
 ہر حرف پر ہے میر کی اصلاح لوگ کہتے ہیں سہر کا تب ہے
 تعلق۔ کہتے تو آپ کو صاحب ہیں کون سی شے سے آپ غالب ہیں
 ان سب اشعار میں صاحب میں کسور نظم ہوا ہے۔ لہذا غالب کے اس شعر میں
 عیب اقواس الیہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ اگرچہ صاحب میں اسم فاعل ہونے کی وجہ
 سے عربی قاعدہ سے حرف کسور ہے لیکن اردو میں چونکہ اکثر لفظ بالنتیجہ بولتے ہیں اس
 وجہ صاحب بالفتح اردو ہے اور ما کر تیب فارسی کے بالنتیجہ استعمال جائز ہے۔
 ۴۔ تہذیب۔ بولاکہ وہ رات کو اتنی میں خور شید تھا آتش شفق میں
 اتنی میں آفت و ف دلوں بالغم ہیں اور شفق میں دلوں حرور اول
 پر فتح نہاں سے یہ عیب اقواس ہے۔

نہاں والی کے اس شعر پر بعض عربین اقواس کا عیب ٹھہراتے ہیں۔

غالب ہے نہ شوق نہ میر باقی وخت ہے نہ ساک ہے نہ اور باقی

بزرگ بالفتح ن و تشدید ہائے کسور ہے جو معنیہ مبالغہ ہے جس کے معنی بہت اور
 ہے۔ لگے ہیں اور اندر کا حرف توجیہ مفتوح ہے اس لئے اس میں اقواس کا عیب پایا جاتا

۸۔ باب ششم عیوب قافیہ

قافیہ کے متعلق جو امور مذکور ہوئے ان کی خلاصہ وزری سے قافیہ میں جو نقص پیدا ہو جاتا ہے حقیقت میں وہی عیوب قافیہ ہیں جن کے نام شاعری میں بڑا گانہ رکھ دیئے گئے ہیں۔

یہ عیوب تین طرح پر ہوتے ہیں ایک تو وہ جو کسی حال میں درست نہیں دوسرے جو ضرورتاً اختیار کئے جاسکتے ہیں مگر قباحت سے خالی نہیں دیکھئے وہ جو قبیح تو ہے لیکن جن کا ہونا مصلائقہ نہیں رکھتا۔ ان کی نسبت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر مشہور عام عیوب کے نام یہ ہیں :-

۱۔ اقوا - ۲۔ ایکفا - ۳۔ اجارہ - ۴۔ تحریف روی - ۵۔ ستاد - ۶۔

ایضا - ۷۔ ممولہ - ۸۔ غلو - ۹۔ تلطین - ۱۰۔ تغیر۔

اول اقوا - اقوا لغت میں وہ مسافر ہے جس کے پاس زاد راہ نہ ہو اور اصطلاح شاعری یہ حرکت ہے توجہ کے اختلاوت حرکت کا نام ہے جس سے قافیہ عیوب ہو جاتا ہے۔ توجہ کی تعریف بیان ہو چکی ہے کہ حرکت مافیل روی کو توجہ کہتے ہیں یعنی اگر قافیہ میں اس حرکت توجہ میں اختلاوت واقع ہوا تو وہ غیب اقوا ہے جیسے گل کا قافیہ چل یا دل کیا جاسے یعنی ایک لفظ میں حرکت توجہ ضم ہو اور دوسرے میں فتح یا کسر یہ عیب اقوا ہے۔

مثال شمار - یہ سو واؤ دیکھ کہ دل بیتیا ہوں بے شیشہ کو میرا فعل بیتیا ہوں دل میں دال اور بلی میں غ حرکت توجہ ہے۔ جس میں اول یہ حرکت کسر واؤ نہ پڑے جو غیب اقوا ہے۔

۸۔ قافیہ متدارک بحر مضارع میں اُس حالت میں آتا ہے جب عروض و ضرب

محذوف یعنی فاعلن ہوں۔

میر۔ آداب سلطنت سے نہ تھا مجھ کو واسطہ حرکت نہ تھی مجھ سے کوئی غیر قابلہ (فاعلن)

۹۔ قافیہ متدارک بحر مریح میں عروض و ضرب مطوی کسوف یعنی فاعلن کے

ذوق ہونے پر آتا ہے۔

مثال۔ شہید۔ مجھ کو نہیں چاہئے ہمارا سر ہو مراد و وہ خاک قدم (فاعلن)

چهارم قافیہ متراکب دو بحر میں آتا ہے۔ ایک بحر جزئی جب عروض و ضرب

مطوی یعنی مفعولن ہو جیسے :-

اب نہیں طاقت کہ سے خوں شہ دل رخ و نقب

لطف کہ و لطف کرد چھوڑ دوسرے قہر و غضب (مفعولن)

دوسرے۔ قافیہ متراکب بحر دل میں آتا ہے جب عروض و ضرب مجنون و بخدا

یعنی فعلن کے وزن پر ہوں۔

مثال۔ یوتن۔ یگر و سوزش نشتر غم (فعلن) سینہ وقف غلش خالالم (فعلن)

قافیہ متکاوم کی بابت پہلے لکھا گیا ہے کہ وہ اردو زبان میں نہیں آتا یعنی شکستہ

کنشش قافیہ نہیں ہو سکتا۔

قاعدہ ۱۔ اس باب میں قافیہ کی جو مثالیں برعایت بحر لکھی گئیں اُس سے

الفاظ نہیں ہے کہ ایک قصیدہ یا غزل میں ایسے قافیہ ہونا چاہئے بلکہ مراد یہ ہے

ایک اردو میں ان چار قسموں سے زیادہ قافیہ نہیں ہو سکتے۔

۱۰۔ آیات مردف ان اقسام سے مستثنیٰ ہیں اُن میں دوسرا

ہو سکتے ہیں۔

آتا ہے یا مجھوں یعنی فاعلن کے وزن پر

(مستعملین)

۱۔ اے اچھی دلیتری اسے محترم اسے محترم صدق و صفائے معدن جو درکم۔

۲۔ بوجھ ہوئی تو کیا ہو لے وہی تیرا اُٹری کثرت در دے سیاہ شعلہ شمع خاوری (فان)

۳۔ بھر کامل میں قافیہ متدارک جب آتا ہے کہ عروض و ضرب سالم یعنی متفاععلن

یا مضمر یعنی مستعملن ہو۔

۱۔ امیر مینائی۔ کئے غلی حق نے جو انبیا اُٹھیں ایک ایک شرف ملا

جو کلیم کو پیر پڑھنیا تو مسیح کو ورم جانفزا (متفاععلن)

۲۔ طالب۔ نہ ہوئی کیسی مجھ سے خطا نہ ہو اگر دیکھ یہ خفا

نہ دیا کر دتم گالیاں نہ کیا کر دمجھ پہ جفا (مستعملین)

۵۔ بھر متقارب میں قافیہ متدارک اب آتا ہے جب عروض و ضرب مجذوب

یعنی فعلن یعنی عین مفتوح ہو۔

میر حسن۔ وہ ہاتھوں میں سونے کے مونے کریشے جھلک جھلکی ہر سرقہ میر پڑے (فعل)

۱۔ قافیہ متدارک بھر متدارک میں جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مطوی بسوف یعنی (فان)

رشد نے مصرعہ سال رحلت کہا (فاعلن) شعر گوئی اُٹھی لکھو سے دلا (فاعلن)

۷۔ بھر منسرج میں قافیہ متدارک اس صورت میں آتا ہے جب عروض و ضرب ہی

یعنی فاعلن کے وزن پر ہو۔

مثال۔ سودا۔ اتنے لئے عاجز آ کے یہ ہم سے لڑے

تا کوئی جابے نہیں یہی میں شاعر پڑے (فاعلن)

بھر منسرج سالم ثمن کا وزن۔ مستعملن مفتوحات مستعملین مفتوحات

اوزان بھر اور زحانات کے متعلق مفصل تصریح شعر و شاعری حصہ اول عروض میں ہے۔

یعنی فاعلن ہو کر یہ وزن ریختہ میں پایا نہیں جاتا۔

۴۔ قافیہ متواترہ بحر مضارع میں عروض و ضرب سالم یعنی فاعلاتن میں آتا ہے بحر مضارع سالم کا وزن۔ مفاعیلن۔ فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن ہے۔ مثال۔ میر۔ آیا ہے ابرحب کا مغرب سے تیرہ تیرہ

مستی کے ذوق میں ہیں نکھیں بہت ہر بھرہ (فاعلاتن) ۵۔ بحر متقارب میں قافیہ متواتر اس حالت میں آتا ہے جب عروض و ضرب سالم یعنی فاعلن کے وزن پر ہو۔

میر۔ سہو سرگذشت اب ہماری زبانی سنی گرچہ عاتی نہیں یہ کہانی (فاعلن) ۶۔ قافیہ متواتر مقدارک اس حالت میں آتا ہے جب عروض و ضرب بتر یعنی (رفع) ہوں۔

بحر مقدارک سالم کا وزن فاعلن۔ فاعلن۔ فاعلن۔ فاعلن ہے۔

مولن۔ یہ چند منافق سہرا پادیت (رفع) ہے کفر و ضلال و فسق و فحشاء کی طبیعت (رفع) سوہم قافیہ مقدارک نو بحر وں میں آتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ بحر ہرج میں جب عروض و ضرب مقبوض ہو یعنی (مفاعلن) جیسے

ظفر۔ میں ہوں ضعیف ناتواں دور ہے یا رکی گئی۔

اُس کی ہوائے وصلی پھر مجھ کو اڑا کے لے چلی (مفاعلن)

۲۔ بحر رمل میں جب عروض و ضرب مخدوت ہوں یعنی فاعلن کے وزن پر ہوں۔ مثلاً۔

مولن۔ عاشقوں پر ناصحوں کا ولیہ (فاعلن) محتجب کا میکدہ پر غلغلہ (فاعلن)

مقدارک عروض و ضرب سالم یعنی متفاعلن کے وزن پر آتا ہے

ان فصل بیان شعر و شاعری حصہ اول عروض میں ہے۔

بحر کاف میں قافیہ مترادف اس حالت میں آتا ہے جب عروض و ضرب بال
بنی متفاعلان یا مضمر زبال یعنی مستفعلان ہو۔

بحر کاف سالم کا وزن متفاعلن، متفاعلن، متفاعلن، متفاعلن
مثال بحر کاف - امیر مینائی - وہ نیم گلشن کُن دکان وہ نیم روضہ جادواں
وہ قمر خرم نلک آستان وہ قضا علم وہ قدر نشان
(۲) دوسرے قافیہ متواتر بحر دہلی میں آتا ہے جس کی تصریح یہ ہے۔

۱۔ بحر ہرج میں جب عروض و ضرب سالم یعنی مفاعیلن کے وزن پر ہو یا محذوف
یعنی فعلن کے وزن پر ہو جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہوگا۔

مثال سالم - ذوق - گلستان میں ہونا گل ادر گل سے شاخ ہوزیا (مفاعیلن)
نیستان میں ہوتلے اور نے سے شاخ ہو پیدا (مفاعیلن)
مثال محذوف - موتن - نگاہ لطف سے کیا کیا اشارے

کہ منظور نظر ہو تم ہمارے (فعلن)

۲۔ قافیہ متواتر بحر دہلی میں اس صورت میں آتا ہے جب عروض و ضرب سالم
یعنی فاعلان یا مجنوں یعنی فعاتن یا مجنوں محذوف سکُن یعنی فعلن کے وزن پر ہو۔
۱۔ مثال سالم - مری آن کی اب نہیں مہر و محبت (فاعلاتن)

نہ فقط اک دور کی صفا سلامت (فاعلاتن)

۲۔ مثال حسین - ظفر - نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت (فعاتن)

نہ عنایت تجھے در کار کسی کی نہ حمایت (فعاتن)

۳۔ مثال مجنوں محذوف سکُن - موتن - وہی صحبت دی ہی ہے عالم فعلن

وہی ہنسا دی رہا ہے باہم فعلن

۴۔ قافیہ متواتر بحر جز میں جب آسکتا ہے کہ عروض و ضرب مقطوع ہو یعنی

پانچویں بحر منسرح میں قافیہ مترادف عروض و ضرب مطوی موقوف یعنی فاعلات
یا مجذوع یعنی فاع کی حالت میں آتا ہے۔ بحر منسرح کا وزن سالم "مستفعلن
مفعولات مستفعلن مفعولات" ہے۔

مثال بحر منسرح مطوی موقوف۔ خاک کے تیلے نے دیکھ گیا ہے مجا یا شور
جن و ملک کے اوپر رکھتا ہے اپنا زور (فاعل)

مثال بحر منسرح مجذوع۔ کلیہ احزاں میں آپ لائے تشریف

بندہ نوازی کی کیا ہو سکے تحریف (فاعل)

ششم بحر جزم میں قافیہ مترادف اُس صورت میں آتا ہے جب عروض و ضرب
مذال یعنی مستفعلن کے وزن پر ہوئے۔ بحر جزم سالم کا وزن مستفعلن مستفعلن
مستفعلن مستفعلن ہے۔

مثال مذال۔ ظفر۔ واللہ بغیر از پنجتن یا کسی کو یہ کہاں

جو اس بلا کو مال دے ہوئے تھیں عیاں (مستفعلن)

ہفتم بحر متقارب میں قافیہ مترادف جب ہو سکتا ہے کہ عروض و ضرب مقصود یعنی فاعل
یا مفعول یعنی مفعولان یا اشتم مبیغ یعنی فعلان بلکون عین ہو۔

بحر متقارب سالم کا وزن فعلون۔ فعلون۔ فعلون۔ فعلون۔ فعلون ہے۔

۱۔ مثال قصر۔ دے غور میں نے جو کی اسے ندیم (مفعول)

جواہر کا عطا وہ درخت عظیم (مفعول)

۲۔ مثال تسبیح مومن۔ صبح جہائی شام غریباں (فعلولان)

کام دل ناکام رتیاں (فعلولان)

۳۔ مثال اسلم مبیغ۔ میر۔ خوں باری سے چہرہ گلگون (فعلان)

حلق بسمل چشم پرچوں (فعلان)

تحریر کی فراغت میں عرق۔ نگر و اغذیشہ انجام برمال
 ہم دنا گاہ و بیطعمہ خوشحال (فغان)
 اسی تحریر کی طرف توجہ ہے اس لئے فغان مجنون کو فخر کرنے سے فحاشات
 پناہ جس کو فغان سے برال۔

۲۔ مثال بحر مثل مستح۔ غنیمت الکت سے کہ کتابہ بزرگ

عقل و ضرب تا عیان سالم میں ہے۔
 افسانہ عقل یہ ہے غم کے ہاتھ سے رنگ (فغان)

میر جی غلام علی عروہ و ضرب کی مقصود یا مسیح ہونے کی حالت میں
 قافیہ تراوت کا کلبہ

بحر مقلد سادہ کا ہون۔ متاع عین فاعلان متاع عین فاعلان ہے
 لہ مثال مقصود بحر قافیہ۔ طاق تری صفت کے صفت میری ہے مثال

۳۔ مثال مستح۔ لاش۔ کیا ظلم کیا تعدی کیلچہ کیا جہ میں (فغان)
 آشفہ طبع شاعر خسہ کی کیا حیا میں (فغان)

پانچ چوتھے لکھی میں ہم سے سبت ادبی (فغان)
 بحر سحر میں قافیہ متراوت اس صورت میں (فغان) جب بحر و
 بحر و قافیا میں بحر و قافیا میں بحر و قافیا میں (فغان) ہو۔

لہ بحر و قافیا میں بحر و قافیا میں بحر و قافیا میں (فغان)

۴۔ بحر و قافیا میں بحر و قافیا میں بحر و قافیا میں (فغان)

فغان سے کئے پانچ میں شہر میل (فغان)
 بحر و قافیا میں بحر و قافیا میں بحر و قافیا میں (فغان)

۵۔ بحر و قافیا میں بحر و قافیا میں بحر و قافیا میں (فغان)

ہے اور یہ قافیہ اس بحر میں چار شکلوں میں آتا ہے (۱) جب عروض ضرب مقصور
یعنی مفاعیل (۲) یا جب اہتم ہوں یعنی مفعول (۳) یا ازل ہونے کی حالت
میں یعنی فاع (۴) اور جب بحر ہزج مسبق ہو جیسے مفاعیلان جیسا کہ ذیل کی مثال
سے واضح ہو گا۔

مقصور۔ ضعیفی سے کروں اُس کی میں کیا بات۔ بات ہر وزن مفاعیل
بحر ہزج اہتم۔ اے خواجہ خواجگان دم خشم عتاب کیا تاب کہ دیکھے کوئی تجھ کو جواب
عتاب و جواب وزن مفعول ہے جو اہتم بحر ہزج ہے۔

۳۔ بحر ہزج ازل۔ یہ کچھ رہ سنت نہ طریق تو حیدر کف
پھر کیا ہے ضرور سب کی نیکیاں نمید کف

۴۔ بحر ہزج مسبق۔ ذوق۔ زباں پر تا سخن ہو اور سخن میں معنی رنگیں (مفاعیلان)
سخن تا داد چاہے اوقتا اہل سخن تحسین (مفاعیلان)

رنگین و تحسین کا وزن مفاعیلان ہے جو مسبق ہے مفاعیلن کا۔
دوم بحر رمل میں قافیہ مترادف اُس وقت آتا ہے جب عروض ضرب
مقصور ہوں یا مسبق ہوں اور یہ قصور تبلیغ خواہ بحر سالم میں ہو یا فراعصا میں
بحر رمل سالم کا وزن رفاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن ہے۔

۱۔ قصر کی مثال۔ موئن۔ آس ملنے کی نہیں مرنا محال
ہر طرح سے ہم ہیں محروم وصال (فاعلان)
فاعلاتن کا مقصور فاعلات ہے جس کو فاعلان سے بدل لیا۔

۲۔ مقصور۔ اہتم۔ ازل۔ مسبق رجحان کے متعلق شعر و شاعری علم عروض ملاحظہ طلب ہے جس میں تفصیل درج ہے۔
۳۔ بحر کے اوزان زعمانات کے متعلق مفصل بیان شعر و شاعری حصہ اول عروض میں ہے۔

ہے اور بعض کے خیال میں کہ اور داد کی حرکت فتح بھی تانیہ میں داخل

نہیں۔ یہ وہ ہے راہِ واحد میں جو مجاہد یہ سابق الایمان ہے یہ ہے راہِ واحد عابد
پیدا ہوا جب خلق میں آگیا ہوں مثلاً ہر مسجد نہ کیا اور کو بحر خالق واحد
ہر۔ عابد۔ شاہد۔ واحد میں الت اور دال اور ان کے درمیان کے حروف
ال اول تانیہ نہیں اور بقول ثانی ج۔ ع۔ اور شش اور داد کی حرکات فتح بھی
نہیں شامل ہیں۔ لہذا حروف ساکن تک جس قدر ناسملہ زیادہ ہو جائے گا۔
نیہ کا نام بھی بدلتا جائے گا اور اس قول کے مطابق تانیہ کا انحصار نہ حروف
ن کا ذکر پہلے آچکا ہے غصہ نہ رہا۔

قاعدہ۔ از بیت کے آخر میں دو حروف ساکن واقع ہوں تو وہ دونوں
نہیں اور ان کی حرکت اقبل تانیہ ہے جیسا کہ

اے نزدیک رکھو خدا رکھو درجہیں دیکھنا ایک نظر تم کو ہے منظور ہمیں
در میں داد اور حروف اور اس پر حرکت غمہ اور منظور میں و اور پر حرکت
تانیہ ہے۔

اسمائے تانیہ۔ اس طرح سے جب تانیہ و ساکنین اور ان کے درمیان
دست پر منحصر قرار دیا جائے تو اس کی پانچ صورتیں ہو سکتی ہیں جنکے نام جبرائیل
۱) متواتر (۲) متواتر (۳) متدارک (۴) متراکب و متکاویں۔۔۔
فی عربی لڑنے کے لئے مخصوص ہے فارسی ابرارد میں نہیں آتا۔

۱) متواتر۔ تانیہ ہے جس میں دو حروف بلا فاصلہ آویں جیسے نوک چوہک
جبرائیل آٹھ قسم کی بحر دیں میں آسکتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے
۱) کج بحر میں جس کا وزن مقاعیلین مقاعیلین مقاعیلین۔ مثلاً عین۔

۲۔ مثال حرف خروج۔ کہیں تجھ کو سنایہ میں ٹھہرائیے

جو دم ٹھہرے تو آگے لجائیے

ٹھہرائے اور لجائیے۔ میں الف حرف روی۔ ہمزہ وصل اور اس کے بعد
ی خروج ہے۔ جس کی حرکت کسرہ کا نام نفاذ ہے۔

۳۔ حرف مزید کی مثال۔ یہ کیا خبر تھی کہ پیغام اپنی بیعت کا

نہریدیاں پیسیر کو یوں سنائے گا

اچھاڑ ہوگی مدینہ کی بستی آبادی

حسین چھاؤں کو بوجھ لایا گیا

سنائے گا اور چھائے گا یں گ حرف مزید پر جو حرکت فتح ہے وہ نفاذ ہے

۴۔ تاثرہ کی مثال سودا۔

کیا ترے بعد کر کے کھا دیجئے حبیب کب اپنا بھول جا دیں گے

کھا دیں گے اور جاویں گے میں وا حرف وصل ہے ادوی خروج اور نہ زید

اور گاف تاثرہ ہے اور آخری حرف ی تاثرہ کی فرع ہے۔ اس لئے گ پر جو

حرکت ہے اس کا نام نفاذ ہے۔

(۲) باب مضمون قافیہ باعتبار وزن کے

بعض عروضین کے خیال میں قافیہ باعتبار وزن شعر کے حرف آخر ساکن ہے

اس کے اقبل حرف ساکن تک ہوتا ہے۔ خواہ یہ پورا کلمہ ہو یا جزو دوسرے

کلمہ کا۔ مثلاً مصحفی کے اس شعر میں :

یتیم نے اُس کے کھینچ کھا لیا اُس نے آتے ہی بچ بگڑا لیا

کھا لیا اور بگڑا لیا میں و والے اور اُس کے درمیان کے حرف لام زنی

میں حرف وصل کی حرکت کا نام اشباع ہے جیسے داور اور خاور میں واو کی حرکت اور قابل اور کامل میں ب اور میم کی حرکت اشباع ہے۔
 سووا۔ کہ اس حسن تکلم پر طوالت مبادا ہو کسی دل کو ملالت۔
 لام کی حرکت فتح کا نام اشباع ہے۔

۵۔ حذو۔ لغت میں حذو کے معنی برابر کرنے کے ہیں اور صمط لاج قافیہ میں روت اور قید کی ماقبل حرکت کا نام حذو ہے۔ یہ العند کے قبل فتح اور واو پر فتحہ اوری کے پہلے کسرہ ہوتا ہے۔ جیسے کام انجام۔ ہوش جوش۔ گریز۔ تیز و غیرہ وغیرہ۔

(۱) میں مد نظر اپنے کچے کام نہیں کیا انجام محبت یاں انجام نہیں رکھتا
 کام اور انجام میں الت حرف رون ہے اور اس کے ماقبل فتح ہے وہ حذو ہے۔
 (۲) کیا نثر محبت نے دل کے خم میں ہوش عجب نہیں کہ قیامت تلک ہوں بیہوش
 اس شعر میں و حرف رون پر فتحہ کا نام حذو ہے۔

۶۔ مرزا دیر۔ گرتی تھی کو نکر جو وہ برق نثر اریز دورخ کھلتی تھی بندھے سب کو چہ گویر
 نے میں تیغ تیز فرس تیز ہاتھ تیسرہ رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامہ سیلنر
 نا اشتار میں یائے مجمل رون ہے۔ اس پر جو حرکت کسرہ ہے وہ حذو ہے۔
 ۷۔ نفاذ۔ حرف وصل و خروج وغیرہ کی حرکتوں کو نفاذ کہتے ہیں اور چونکہ
 وہ میں نائزہ بھی آتا ہے بلکہ نائزہ کے بعد بھی دو ایک حرف آتے ہیں تو نائزہ حرکت
 جاتا ہے اس لئے وہ نائزہ کی حرکت بھی نفاذ میں داخل ہے۔

۱۔ وصل کی مثال۔ حشر میں لے گئے اس بزم کے چلنے والے
 ہاتھ ملتے ہی اُسٹھے سے اُسٹھے ملتے والے

۲۔ اور ملتے ہیں حرف وصل ہے اس پر جو حرکت کسرہ ہے اس کا نام نفاذ ہے۔

دارغ۔ عرصہ شعر میں اللہ کے گم جھکے اور پھر دھونڈتے گھبرائے ہوئے تم بھی
۲۔ مجرے۔ مجرے کے لغوی معنی جاری ہونے کے ہیں اور مطالعہ قافیہ میں وی
متحرک کو کہتے ہیں جیسے آزادی۔ بربادی۔ سحری۔ بھری وغیرہ۔ جن میں دال اور
حرف روی ہے۔ اس پر حرکت کسرہ مجرے ہے۔

دارغ۔ کسی کو قید خان سے نہیں ہے آزادی کہ دارغ دارغ ہے دل ہر کوئی ہے فریاد
اس شعر میں دال حرف روی ہے اور اس پر جو حرکت کسرہ ہے اس کو مجرے کہتے ہیں
تھیں بھی نہ کی شیریں سے کچھ تیشہ زنی پر
پتھر پڑیں فرہاد تری کوہ کنی پر

اس شعر میں ن حرف روی ہے اس کی حرکت کسرہ مجرے ہے۔
قاعدہ۔ مجرے میں حرکت کسرہ حرف وصل کے غلبے سے ہو جاتی ہے۔
میر۔ راہ پیٹھا وہ سرگشتہ دیکھے راہ عمر گزشتہ
آگے تھکا کب بچاں دیدہ آہ و نالہ ظلم رسپیہ
پہلے شعر میں تائے فوقانی پر فتح اور دوسرے میں دیر فتح کا نام مجرے جو حرف وصل
وصل کے ملنے سے مفتوح ہو گیا ہے۔

۳۔ رس۔ الف تاسیس کی قبل حرکت کا نام رس ہے جیسے برابر۔ ہر اسر۔
ناسخ۔ ماہ نو سے جو وہ خورشید مقابل ہو جائے۔
یہ یقین ہے کہ نظر آتی ہے کامل ہو ملے۔

قافیہ اور کامل میں ق و ک حروف تاسیس ہیں۔ ان کی حرکت فتح کا نام رس
قاعدہ۔ واضح ہو اس حرکت رس کے اختلاف سے قافیہ ناقص ہو جاتا ہے
رس عموماً فتح ہوتا ہے اور اس میں جودیت کی ہر افتت کی قید نہیں ہے۔

۴۔ استماع۔ لغت میں سب سے بھرے کے معنی میں اور علم قافیہ کی اصطلاح

میر - گھر لے آئے داغ سیاہی کام جگر کا کرنی تباہی
سیاہی اور تباہی۔ الٹا اور ہ اور می جزو کلمہ قافیہ ہیں۔

میر - مجبوز سے زیادہ تو مرتبہ کے دھڑے یہ کام ہیں سے ہو ہر کارے دھڑے
بار نظم اور منظوم ہیں زیادہ سے زیادہ دو قافیہ ہر شعر میں جدا گانہ لگاتے ہیں۔
اور شعر میں جو عبارت محقق کی جاتی ہے اس کو مسجع کہتے ہیں۔

انتخاب - کلام مجید میں جہان میں جا بجا ہم قافیہ ہو گئی ہیں اس کو مسجع نہیں کہتے
بلکہ فاصلہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مسجع وہ ہے جو مکمل عذرا از راہ صنعت گری کے کلام کو
مقتفی بنائے۔ قرآن مجید اس قسم کی کوشش سے پاک ہے۔

(۷) ملا غلام نقشبند نے لکھا ہے کہ قافیہ دو طرح پر ہوتا ہے (۱) اصلی و دوسرے
معمولہ۔ اصلی وہ ہے جس میں لفظ مفرد ہو جس کے کوفے نہ ہو سکیں۔ جیسے
خازیان نہر میں ہو فلسفی کا یہ کلام ہے ہے اٹاک ثابت نفی خرق والقیام
دعا معمول وہ ہے جہاں میں لفظ قافیہ مرکب ہو جیسے :-

پادشہ کو خیر اور تری پیشانی ہے جو میں گستاخوں وہ اکٹے نئے پیشانی ہے

پانچواں باب

قافیہ کا انحصار آواز پر ہے یعنی باعتبار حرکات کے حروف قافیہ ایک طرح
کے ہونا چاہئے ورنہ اختلاف صوت کا عیب سماعت کو ناگوار ہوتا ہے۔

حرکات حروف قافیہ چھ قسم کی ہوتی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ توجیہ۔ روی ساکن کے حرکت ماقبل کو کہتے ہیں۔ جیسے علم قلم شجر ثمر ہیں۔
قلم توجیہ ہے۔ اور کلم کسم۔ انجم میں ضمہ توجیہ ہے۔

غائب۔ جہاں حیرت نش قدیم دیکھتے ہیں خیاباں خیاباں رمد دیکھتے ہیں۔

۱۔ اشعار میں حب ردیف نہیں ہوتی تو قافیہ سب کے آخر میں ہوتا ہے۔

درد۔ ہر طرح زمانہ کے ہاتھوں میں ستم دیدہ گر دل ہو تو آرزو خاطر ہو تو رنجیدہ
الشا۔ صبح دم میں نے جولی بستری پر کر وٹ جنبش باد بہاری سے گئی آنکھ چٹ
ان اشعار کے آخر میں قافیہ ہے۔

۲۔ حب شعر میں ردیف بھی ہو تو قافیہ حکم آخر میں ہوتا ہے۔
یرو فیس رضامن علی۔ تمام عمر کٹی اپنی رنج و حرماں میں
قفس میں چین نہ آرام تھا گلستان میں

حرماں اور گلستان قافیہ حکم آخر میں ہیں اور میں ردیف سب کے آخر میں ہے۔

۳۔ حروف قافیہ مختلف الفاظ میں مکرراتے ہیں اور مستقل نہیں ہوتے بلکہ اور
حروف سے مل کے معنی پیدا کرتے ہیں۔ البتہ ردیف کا مستقل ہونا لازم ہے۔
میر تقی۔ خورشید نے جو رخ سے اٹھائی نقاش در کھل گیا سحر کا ہوا بند باب شب
اس شعر میں نقاب اور باب میں آخر حروف الف اور رب قافیہ ہیں جو اور حروف
سے مل کر معنی پیدا کرتے ہیں۔

۴۔ کبھی پورے کلمہ کے مقابلہ میں پورا لفظ قافیہ ہوتا ہے کبھی خبر و کلمہ قافیہ بنایا جاتا ہے۔
مومن۔ دیکھی جو ادھر سے یوں لگاوٹ سمجھا نہ کہ سب ہے یہ بناوٹ۔
لگاوٹ اور بناوٹ دونوں پورے لفظ ہائیم قافیہ ہیں۔

امانت۔ مثل ماردت اسیر چہ بابل ہوئے دل گزر ہرہ جائل پہ نہ مالک ہوئے
بابل اور مالک پورے لفظ قافیہ ہیں۔

۵۔ بعض اوقات خبر و کلمہ قافیہ کیا جاتا ہے۔ قدسی
میں تو قائل ہوں عشق کا مل کجا مرتبہ اور ہو گیا دل کا
لفظ کا مل میں حرف مل۔ دل کا قافیہ کیا گیا ہے۔

جاننا ضروری ہے تاکہ غلطی سے محفوظ رہے۔ الفاط قافیہ کے استعمال کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ ایک وہ کہ الفاط قافیہ حروف و معنی میں مختلف ہوں۔ دوسرے جبب الفاط تہ معنی میں اختلاف ہو لیکن الفاط قافیہ میں متحد ہوں

۱۔ الفاط قافیہ معنی اور حروف دونوں میں اختلاف کی مثال جیسے دروزرور

زور شور۔ غرار۔ غبار۔ مہیر
دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا۔ اس حسرت جگہ ہے دارغ وہاں پیہم درد تھا

۲۔ الفاط کے معنوں میں اختلاف ہو لیکن حروف میں فرق نہ ہو تو یہ ایک قسم کی صنعت خیال کی جاتی ہے۔ غالب

غالب جیسی ہے جو مجھ کو شاہ چماہ نے دال ہے لطف عنایات ہشت شاہ پہ دال
یہ شاہ پند دال بے خیل مقال ہے دولت و دین دانش و داد کی دال

حسرت۔ کہتے ہیں سکتی شبنم اور کوئی ہمد م نہیں
یا یہ شب ہے سخت جان یا صبح تجھ میں م نہیں
دم مجھے دیتا ہے تو یعنی ترا ہوں آشنا
غیر سے پھر لو لٹا کیوں ہے اگر یہ دم نہیں

۳۔ وہ الفاط قافیہ جس کے حروف مختلف ہوں مگر معنی میں فرق نہ ہو جیسے

مرد۔ برد۔ زارغ۔ کلاغ۔ عجائب۔ غرائب۔

ملاق۔ واعظتوں کے آگے نہ قرآن نکالنے صورت سے ان کی معنی فرقاں نکالنے
قرآن اور فرقان کے حروف کو مختلف مگر معنی ایک ہیں۔

برق۔ سینہ داغوں سے رشک باغ ہوا جس نے دیکھا وہ باغ باغ ہوا

۴۔ استعمال قافیہ کے قاعدے۔

کیا نہیں مرد و خشاں مامہ کامل ہیں روئے روشن سے گرتی ہے قافیہ کا
کامل اور قابل قافیہ ہیں جس میں ل حرمت ردی م اور ای و خیل
الف حرف تاسیس ہے۔

یہ قافیہ موصولہ ہے جس میں حرف ردی کے بعد حرف وصل ساکن
آئے جیسے۔

میر۔ غنایت کیا مجھے تو یا الہی جنوں کیے ملکیت کی بادشاہی۔ ہ حرف رد
اور ی وصل ہے۔

۴۔ قافیہ مفیدہ وہ ہے جس میں حرف ردی ساکن ہو۔ جیسے۔
عہدی۔ ادھر دیکھ لینا ادھر دیکھ لینا۔ یہ رسوا کرے گا مگر دیکھ لینا اور
اور مگر قافیہ ہے جس میں حرف ردی ساکن ہے۔
۵۔ قافیہ مکلفہ اسے کہتے ہیں جس میں حرف ردی متحرک ہو۔

مفطر۔ اسے جاں غم و شمت میں شوریدہ سری کیوں ہے
میں تو ابھی زندہ ہوں یہ نور گری کیوں ہے

اس شعر میں (ر) حرف ردی متحرک ہے

انتباہ۔ خواجہ نصیر الدین رسالہ معیار الاشعار میں لکھتے ہیں کہ جو کچھ حرف
وصل کے بعد لفظ قافیہ میں ہو وہ ردیف ہے خواہ مستقل ہو یا غیر مستقل لیکن
جہور علماء کا عقولہ ہے کہ جو کچھ ردی کے بعد باحرف وصل کے بعد آئے اگر مستقل
لفظ ہے تو ردیف ہے نہیں تو قافیہ میں شامل ہے۔

باب ہفتم قافیہ کا استعمال

حروف قافیہ اور اس کی ہیئت مجموعی سمجھنے کے بعد اس کے استعمال کا

حرف وصل اور ن حرف خروج ہے۔
(۷) ردی مطلق ہوس موصول غیر مخرج۔ جس میں حروف ردی کے ساتھ

حروف تاسیس اور وصل ہوں لیکن حرف خروج نہ ہو۔

کما یوسف نے یہ بے عاقلی ہے تری یہ آرزو سب جاہلی ہے

عاقلی اور جاہلی لام حرف ردی ہے الف تاسیس ہے ادرق وہ حروف وصل ہیں۔

(۸) حرف ردی مطلق ہوس موصول مخرج۔ وہ حرف ردی جس کے

ساتھ حروف وصل و تاسیس و خروج وغیرہ بھی ہوں۔

تیسم۔ ناخن غم کی کاوشیں ہوں گی۔ اشک ترکی تراوشیں ہوں گی۔
ان قافیوں میں الف حرف تاسیس۔ و ذخیل اور شش حرف ردی مطلق

ی حرف وصل اور ن حرف خروج ہے۔

باب ششم اسماء کے قافیہ

شعرا باعتبار حروف کے قافیوں کو مختلف ناموں سے موسوم کرتے ہیں (۱)

قافیہ مجرہ (۲) قافیہ مرفوفہ (۳) قافیہ موصولہ (۴) قافیہ مقیدہ (۵) قافیہ مطلقہ جس کی تصریح یہ ہے۔

۱۔ قافیہ مجرہ میں حرف ردی کے ساتھ کوئی حرف دوسرا نہیں ہوتا جیسے۔

انشاء۔ اے خداوند مہر و شریاد شفق لعل نور سے تر ہے جہاں کو رونق

۲۔ قافیہ مرفوفہ۔ اگر قافیہ کے ساتھ اور حرف جمع ہوں تو اس کی دو صورتیں ہوں گی باقی حرف ردی۔ یا باقی حرف تاسیس۔ یا باقی حرف موصول۔ یا باقی حرف مقید۔ یا باقی حرف مطلق۔

ردی۔ یہ قافیہ آگے ہے۔ یہ قافیہ مرفوفہ یا مقید کہتے ہیں۔

(الف) روی مقید مروف - جب روی ساکن کے ساتھ حرفت روف ہو
اُس کو روی مقید مروف کہتے ہیں۔

آتش - پری پسند طبیعت کہ ہے نہ جو پسند تمھارے بندے میں ہم کو ہیں حضور پسند
جو اور حضور میں حرفت روی (د) واؤ کے ساتھ مقید ہے اور پسند ردیف ہے

(دب) روی مقید مروف - وہ حرفت روی ہے جس کے ساتھ حروف
تاسیس و وصل بھی ہوں۔

میرا بیس - وہ شان وہ شوکت وہ تہرہ وہ جلالت
چھپتے ہیں کہیں جو ہر شمشیر اصالت
طینت میں کرم طبع میں اضافت و عدالت
اقبال علی شان شہنشاہ رسالت

ان قافیوں میں ت حرفت روی اُس کے قبل لام حرف وصل الف تاسیس ہے
(ج) روی مطلق مروف موصول غیر مخرج - وہ حرفت روی متحرک ہے
جس کے ساتھ روف اور وصل کے حروف ہوں مگر حرفت خروج نہ ہو۔

داع - دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہتے
خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہتے

اس شعر میں ر حرفت روی مطلق ہی حرفت وصل الف حرفت روف ہے۔

(د) روی مطلق مروف موصول - خرج وہ قافیہ ہے جس میں روی
کے ساتھ روف و وصل و خرج وغیرہ ہوں۔

سودا - عاشق کی بھی کٹٹی ہیں کیا غریب طرح رایتیں
دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتیں

رایتیں اور باتیں قافیہ ہیں جس میں ت روی مطلق الف حرفت روف ی

ہے۔ جیسے درم۔ گرم۔

شیر جالسی۔ نظر ہے چشم زحمت پر غضب کا اُس کے ڈر ٹھیکو
نہ جنت کی ہوس مجھ کو نہ دوزخ کا خطر مجھ کو
اس شعر میں رسا کن حرف ردی مقید ہے۔

۲۔ ردی مطلق۔ جب ردی متحرک ہو اور اُس سے ملا ہوا حرف وصل
ہو تو ردی مطلق ہے کیونکہ اُس میں اطلاق یعنی ردائی پیدا ہو جاتی ہے جیسے
نکئی۔ شکئی۔ دمیدہ۔ بریدہ

سودا۔ نہ ٹیل چین نہ گل نو دمیدہ ہوں میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں
وال متحرک حرف ردی ہے اُس سے ملا ہوا حرف وصل ہے۔ اس لئے یہ ردی
مطلق ہے۔

استعمال حرف ردی۔ حرف ردی خواہ مطلق ہو یا مقید دو طرح پر آتا ہے
ایک تاجب ردی کے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ میں شامل نہ ہو تو یہ ردی مقید
مجرب ہے اور جب متحرک ہو تو ردی مطلق مجرب ہے۔
مصطفیٰ۔ دعا دینے سے شب میرے وہ ترک تیرے نور کا
سپاہی زادوں کا بھی کپڑا دیکھو
اس شعر میں حرف ردی مقید مجرب ہے۔

قلق۔ اُن سے بر گرم دلبری ہوئے خوشی منگاری ہو گا۔

دلبری اور منگاری کی ردی حرف وصل سے ملی ہوئی متحرک ہے یہ ردی مطلق
مجرب ہے۔

قائدہ۔ اگر کوئی حرف قافیہ اول یا آخر میں حرف ردی کے ساتھ شامل ہو
تو اُس کے ساتھ منسوب کر دیتے ہیں جس کی تصریح یہ ہے۔

واجب ہو کہ ناکرہ کے بعد بھی اردو میں حروف آسکتے ہیں وہ قرع ناکرہ کے جاتے ہیں
 جیسے جلا دیگا اوگا دیگا۔ جس میں ل حرف روی الف حرف وصل و حرف
 خروج ادوی حرف مزیدگ ناکرہ اور الف قرع ناکرہ جیسے
 مشملہ پروانہ کو جلا دے گا شمع کو بھی وہی گلا دے گا
 حالی۔ ہر آفت میں سینہ سپر کر ٹولے فقط ایکہ اللہ سے ڈر لے والے
 ر حرف روی۔ ن حرف وصل۔ ی حرف خروج و مزید الف ناکرہ ل ادوی
 ی قرع ناکرہ ہیں۔

مولوی امام بخش صہبائی نے لکھا ہے کہ حروف خروج و مزید و ناکرہ
 اردو میں نہیں آتے لیکن اس باسیب میں مرزا قاتل کی تحقیق درست ہے کہ چاروں
 حروف زائد اردو میں بوقت ضرورت قافیہ میں لائے جاتے ہیں جیسا کہ مذکور رہا

باتِ عجیب حروف روی کا بیان

روی قافیہ کا وہ حرف ہے جو ہر مصرعہ یا ہر بیت میں برابر رہتا ہے اور اگر
 ایسا نہ ہو تو اسے پڑ قافیہ کی بنیاد ہے۔ اس حرف کو قافیہ کے الفاظ کا جزو اولی
 ہوتا ہے۔ یا اگر حرف زائد ہو تو ایسا ہو جو قافیہ کے جزو کلمہ بنالیا گیا ہو جیسے
 "میں نے تم کو دیا ہے" میں "دیا" کا "ی" پڑ قافیہ کا ہے اور "تم کو" کا "و" پڑ قافیہ کا ہے
 "میں نے تم کو دیا ہے" میں "دیا" کا "ی" پڑ قافیہ کا ہے اور "تم کو" کا "و" پڑ قافیہ کا ہے
 "میں نے تم کو دیا ہے" میں "دیا" کا "ی" پڑ قافیہ کا ہے اور "تم کو" کا "و" پڑ قافیہ کا ہے

یہ بات روی کے اُس سے ملتی کوئی دوسرا حرف
 ممکن ہوتا ہے اور یہ سکون اُس کے لئے قافیہ

نعم۔ میں نے دشمن سے دوستاری کی اپنے ہاتھوں سے اپنی خواری کی
حرف ردی راوری حرف وصل ہے۔

دوم حرف خروج۔ جو حرف وصل کے بعد بلافاصلہ آتا ہے جیسے آنا۔
جانا جس میں الف حرف ردی ن حرف وصل اور الف آخر حرف ردج ہے۔
مندی۔ اول کا سنا عوش محبت آخر میں دکھانا مشکل ہے
یا سر پر دنیا لیتے تھے یا سر پر اٹھانا مشکل ہے

میر۔ جو اس شور سے میر روتا رہے گا تو تمہارا یہ کام ہے کہ سوتا رہے گا
(و) حرف ردی۔ ت حرف وصل الف نہ وج۔ رہے گا ردیف۔

سودا۔ عاشق کی بھی گٹنی ہیں کیا خوب طرح رہیں دو چار گٹھڑی رونا دو چار گٹھڑی باتیں
رائیں اور باتیں قافیہ ہیں جن میں ت حرف ردی می حرف وصل ن حرف
خروج ہے۔ عروضین میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ آیا حرف وصل متحرک ہوتا
ہے یا نہیں اور اس وجہ سے بعض علما کا خیال ہے کہ حرف خروج کا بھی شمار
حرف وصل میں ہونا چاہئے۔

سوم حرف مزید۔ حرف مزید قافیہ میں بعد حرف ردی۔ وصل و حرف
خروج کے بلافاصلہ آتا ہے۔ جیسے گینگا اور رینگا۔ میں ۵ حرف ردی می وصل
گ حرف خروج اور الف مزید ہے۔

سودا۔ بلبل چمن میں کس کی ہیں یہ بدشرایاں لٹا لٹا پڑی ہیں غنچوں کی ساری گلابیاں
سب۔ حرف ردی۔ ی حرف وصل۔ الف حرف خروج ن حرف مزید ہے۔

چہارم ناکرہ۔ قافیہ میں بعد حرف مزید کے بلافاصلہ آتا ہے جیسے کوں گا
اور رہیں گائیں ۵ حرف ردی۔ و حرف وصل ن حرف خروج گ حرف
مزید۔ الف حرف ناکرہ ہے۔

ہے یعنی حائل کا قافیہ منزل بھی ہو سکتا ہے۔ البتہ اس کے التزام سے شعر کے
 ضمن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب کسی نظم میں حروف تاسیس کا
 التزام کیا جائے تو یہ ایک اچھی صنعت ہے۔ جس کو شعرا و اعلا ثا کہتے ہیں۔
 یہ سوز۔ اہل ایمان شہور کو کہتے ہیں کافر ہو گیا کہ یارب را ز دل اُن پر بھی ظاہر ہو گیا
 ن اور وہ حروف تاسیس ہیں۔

ذوق ہے گان اُسکے زلف نہ مہر لگی ہوئی رکھیں یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
 س میں التزام تاسیس نہیں ہے۔

چہارم و خیل۔ دخیل وہ حرف متحرک ہے جو تاسیس اور روی کے
 درمیان آتا ہے۔ جیسے کابل میں میم اور داخل میں خ۔
 پرائیس۔ ناخن تھے مہ لوستے جو بالائے انارل سو قید میں بڑھ بڑھ کے ہوئے وہ مکمل
 اعضا میں غوغا خوں کے حرارت ہوئی تھے صنف کی تقویر وہ دکھ درد کمال

باب چہارم حرف مابعد حرف روی

حروف مابعد روی بھی چار ہیں۔ وصل، خروج، فرید اور نازہ ہیں۔
 ا حرف وصل وہ حرف ہے جو بعد روی کے بلا فاصلہ آتا ہے اور حسب حرف
 وصل کے سوا کوئی اور حرف بھی آتا ہے تو یہ حرف وصل روی کو متحرک بنا دیتا
 ہے اور نہ دساکن ہو جاتا ہے۔ یا خود بھی متحرک رہتا ہے اور اگر یہ حرف بھی کر دیا
 جائے تو بھی کلام بے معنی نہیں ہوتا۔ برخلاف حرف روی کے کہ اگر وہ جدا کر دیا جائے
 تو کلمہ مہمل دے معنی ہو جاتا ہے۔

اگر معنی کا اک منہ موڑا
 سبھاری پتھر تھا جو م کے چھوڑا

وصل ہے۔

جو شمع تھی سب کی زینت نفع گلیگر نے اُس کا سر کیا قطع طاعت قید ہے۔

نیلیم - بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جھل طائر بھی کہیں نہ گئے ہیں زلزلہ عرصت قید ہے۔
نثار - چند مدت کو فراقِ حرم و دیر تو ہے آؤ کہیں ہی کو ہوا کہیں چلو سیر تو ہے۔
ی حرف قید ہے۔

سیرانیس - دریا جھل تھا سب سے بڑے میں تھی یہ لہر
سیرہ بھی اُس کے عشق میں کھائے ہوئے تھے انہر
وہ حرف قید ہے۔

انڈیا - قافیہ مجھ فی قید کی مساوات کا لحاظ ضروری ہے تقدیر میں اس
کا خیال چنداں میں کیا کرتے تھے - مگر اب یہ بڑا عیب ہے - چھپے۔
نشوی یوسف زلیخا - بدی کیا مجھ میں ہے اسے سر و خوش قدر
جو تھکے دل میں تو ہے گلا کھڑ

قدر میں زال ساکن اور نگہ میں مشغول ہے۔

شوکت - پیارے تھا حملہ کناں بے ادب چلی ہاتھ سے اُس کے ہفتاد ضرب
ادب میں دھڑک اور ضربِ غیر ساکن حروف قید ہیں جو نا مناسب ہیں
مفتوح - آج ہے وہ شاہ والا زبِ تخت جس سے شاہانِ جہاں کی اہمیت
تخت میں رخ حرف قید ساکن اور مشغول ہیں ہ حرف متحرک میوہ ہے۔
تیسرے تاسیس - اُس الٹ کو کہتے ہیں جو قبل روی کے ہوا اور اُس کے
بعد کوئی دوسرا حرف متحرک قبل روی کے فائن ہو جیسے جہاں میں ہ اور
غافل میں نہ حروف تاسیس ہیں۔

قاعدہ - واضح ہو کہ تاسیس کے مساوات کا التزام قافیہ میں لازم نہیں

ابر - بھر - بھر - ستر - قدر - حذر - جذب - غرب - سرد - درد - مرد -
 فرد - نرم - گرم - نرم - لزم - مست - چشم - ختم - اصل - وصل - فصل - قطع
 نفع - اصل - جل - قصر - فقر - جفت - مفت - عقل - نقل - ذکر - فکر - علم - حلم
 شمع - جمع - بند - پند - جور - غور - طور - زہر - تہر - سیر - شیر - شہر - وغیرہ وغیرہ
 حروف قید کے استعمال کے قواعد۔

قاعدہ ۱۔ بعض عربیہ حروف قید کا انحصار صرف اس حرف پر کیا ہے
 جن کے نام یہ ہیں۔
 ت۔ ث۔ ج۔ ح۔ خ۔ ش۔ س۔ ی۔ ز۔
 لیکن یہ کلیہ درست
 نہیں ہے کیونکہ ان کے علاوہ اور جو حروف بھی بطور قید آتے ہیں جیسا کہ پہلی
 مثالوں کے الفاظ پر نظر ڈالنے سے واضح ہوگا۔

قاعدہ ۲۔ فارسی کے مخصوص حروف پ۔ چ۔ ت۔ گ اور ہندی کے
 عروف خاص ٹ۔ ڈال۔ ژے حروف قید نہیں ہوتے۔
 حروف قید کی چند مثالیں لکھی جاتی ہیں تاکہ یہ قید بخوبی ذہن نشین ہو جائے
 برہمن۔ مبارک تجھے ہے شہ نیک بخت کہ پیدا ہوا طارث تاج و تخت
 ع۔ حروف قید ہے۔

مثال آئینہ شغنی کی کاغذ کرے کلام صاف کرے پاکی ل کاغذ کرے
 حروف قید ہے۔

برانا محال ہو شہر سے مست کا
 حروف قید ہے۔

بے شمع سال کیوں کوئی اشک سے
 حروف قید ہے۔

۱۔ اس روف میں واؤ کے ساتھ جیسے دوست۔ پوست

محسن۔ وحدت سے جن میں منفرات پوست مادق ہے ہمار پر مہلہ دست

دوا۔ کلیہ پکانے چلا جو گھر کو درست پایزہ کا اُس کے ہاتھ میں تھا پوست

۱۱۔ حرف س روف میں ی کے ساتھ جیسے زلیست۔ اس وزن کا ادھر تو کوئی

لفظ نہیں ہے۔ اس کے مقابل میں بیت اور نبست قافیہ کر دیا جاتا ہے۔

برقی۔ میراں مستوں میں کی نہیں پالیتہ زلیست کیونکہ یہ زلیست بنت ہو تو وہ روز کر بیت

جتنے یہ بیت نظر آتے ہیں سب پرینیت کہ ترا نیزہ این فرقہ سر یک رنگیست

۱۲۔ شین مجہ الف کے ساتھ جیسے برداشت۔ چاشت۔ کاشت۔

شباب۔ خواہش وصل بنات غیبی تی ہوا کر آرزو و حسرت داراں کی دل میں کاشت ہو

شیخ صاحب میرین شوارصل ہوشاں خاطر اقدس میں اس سختی کی گریخت ہو

نوٹ۔ ۱۔ شین مجہ واد کے ساتھ صرف ایک لفظ گوشت بہت کثیر الاستعمال ہے

مگر کوئی دوسرا لفظ اُس کے مقابل نہیں۔ اس لئے قافیہ نہیں ہوتا

۲۔ رائے مصلحہ بھی اردو میں بطور روف نہیں آتا کیونکہ ایسے صرف دو لفظ کار و آرد

ہیں جو محض قافیہ کے لئے چاہے نظم کر دئے جائیں ورنہ اُن سے کوئی اچھا شعر تو

نہیں نکلتا۔

۳۔ ف الف کے ساتھ بھی بطور روف کے جیسے بافت۔ تافت اور یافت

و واد کے ساتھ جیسے کوفت بھی قافیہ میں نہیں آسکتے کیونکہ اُن کے مقابل کے

الفاظ نہیں ہیں۔

دوسرے۔ قید۔ حرف مد کے علاوہ جو حرف ساکن قبل روی کے آتا ہے

اُس کو قید کہتے ہیں گویا روف مطلق و قید کی نوعیت ایک ہی ہے۔ اگر حرف

روی کے قبل حرف ساکن آتا ہے تو وہ روف مطلق ہے ورنہ قید ہے جیسے۔

۴۔ ن واؤ معروف کے ساتھ۔ جیسے لونڈ۔ اونٹ۔ گھونٹ
میر تقی۔ رہ گیا میں پی کے ابو کا گھونٹ۔ یعنی دیکھوں کس کل بیٹھے اونٹ
۵۔ ن۔ واؤ بھول کے ساتھ جیسے توند۔ گوند۔ چونچ سو پنج۔

اکبر الہ آبادی دنیا سے چمک ہو کیسے پیدا عورت نے کہا کہ گوند ہوں میں
قومی جہڑے کہا سائیں کالج نے کہا کہ توند ہوں میں

۶۔ خ الف کے ساتھ جیسے شناخت۔ تاخت۔ باخت۔ ساخت۔
میر۔ بدنامی اُس کی ہے بے ساختہ کیا ہے یاں میث۔ بچہ انداختہ
اس شعر میں خ روف زاید ت حرف روی۔ ہ حرف وصل ہے۔
۷۔ روف میں خ واؤ کے ساتھ۔ جیسے سوخت۔ دوخت ماضی ہیں مکرار
میں حاصل مصدر کی طرح مستعمل ہیں۔ وہاں سگ زلفہ دوختہ بہ
انشاء اللہ خاں۔ مرموجیا خیر نظم گفت جگم سوخت سوختہ بہ
ورہے چند مایہ اور دادم دہن سگ زلفہ دوختہ بہ

اس میں بھی خ حرف روف ت حرف زاید اور ہ حرف وصل ہے۔
بیداد پیری ہی رخ سے یہ شمع نگاہ فرودختہ رشتہ دید سے اوروں کا نظر دوختہ ہے
۸۔ روف خ حرف ی کے ساتھ نہیں آتا کیونکہ اردو میں صرف ایک ہی لفظ
ریخت ایسا ہے جو شکست و ریخت کے محاورہ میں بولا جاتا ہے البتہ زیر خمر لے ریختہ
بیختہ نظم کیا ہے۔

۹۔ حرف س روف میں الف کے ساتھ۔ جیسے درخواست۔ بے کم و کاست۔

راست۔

انشاء مدت اتنی ہے اور درخواست
آتش۔ دکھا دی اُنھوں نے ہیں راست
بھتی ویسی ہی صاف بے کم و کاست
کہتا ہوں نہ اس راہ کی باز خواست

۱۔ امالہ کے معنی ماٹل کرنے کے ہیں اور اصطلاح عروض میں حرکت فتح کو کسرہ کی طرف میل دینے کو امالہ کہتے ہیں جیسے رکاب کو امالہ سے رکیب اور کتاب کو کتیب کر دیں کیونکہ پہلے اس طرح کا امالہ اغراض قافیہ کے لئے کر لیا جاتا تھا۔ مثلاً مصنون مثل عاشق تھیکے رکیب (رکاب) میں تھے اُس یار دلتاں گے وہ بھی طرب میں تھے قافیہ ہم۔ استعمال حروف روت۔ حرت روت تین طرح پر آتا ہے ذرا روت اصلی

۲۔ روت زائد۔ روت علی الاطلاق۔

۱۔ روت اصلی۔ جو حرف روت ایسا ہو کہ اُس میں اور حرف روت کے درمیان کوئی حرف ساکن واسطہ ہو اس کو روت اصلی کہتے ہیں اور حرف ساکن روت زائد ہے۔ اور جب حرف روت اور روتی میں کوئی اور حرف نہ ہو تو روت مطلق یا روت علی الاطلاق ہے۔

۲۔ حرف زائد کے واسطے چھ حرف مفعول ہیں۔ ن۔ ر۔ ی۔ س۔ ش۔ ہ۔ اور ت۔

۳۔ روت مطلق کے لئے تین حرف یعنی حروف غلظت الف اور واو اور ی ہیں اس لئے جب حرف زائد کو حروف غلظت ملائیں تو ان دونوں کے ملائے سے ابھڑا رہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر اتنے الفاظ کسی زبان میں نہیں۔ فارسی میں صرف تیرہ الفاظ اور اردو میں اس سے بھی کم۔ جیسا کہ ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہوگا۔

۱۔ حرف ن۔ الف کے ساتھ جیسے چاند۔ ماند۔ دانت۔ بھانت۔

۲۔ حرف ی۔ ہاں صندوق میں رہا کس بھانت۔ ن کے کپڑوں پہ چور کے ہیں دانت۔

۳۔ حرف ر۔ پائے معروت کے ساتھ۔ چھینک۔ سینک۔ ہینک۔ سینک۔

۴۔ حرف ی۔ پائے مہمل کے ساتھ۔ جیسے سینک۔ چھینک۔

بحث کا دل کے نہیں اس سے کوئی تبرع آتشِ رعد تھریاں سے اس کو سیکھئے

۴۔ روف کے لئے معروف کے ساتھ۔

مجبوراً اس لئے ہم نے بہت بے پیر کر دیا کہ تو نے غیر کے آگے مری توقیر کم کر دی۔

۵۔ روف کے بالائے مجہول۔

۶۔ روف کے عارضہ پر مشرخیل ہے۔

انتباہ شہر اسے فارس قافیہ میں روف کے ساتھ معروف اور مجہول کا چٹا خیال نہیں کرتے تھے اس لئے انہیں کی تقلید میں بعض اردو شعراء نے بھی اس کا لفظ نہیں رکھا لیکن چونکہ معروف اور مجہول کی آوازوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اس لئے اب یہ اختلاف بڑھا کر وہ عجیب ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ روف میرے کہنے پر بات لازم تر سے رہنور کا

سنتی کے کتب پریم اور اسکے تیز نیند میں دن چائے اگر تعویذ میری گور کا

زیر انشراح پر رہنور میں واو معروف ہے اور اس کے مقابل مور اور گور میں واو محمول جو شنبہ کے لئے کوبرا معلوم ہوتا ہے۔ ہون۔

۷۔ ذکر دن دیکھو یہ حالت چوٹی تغیر نشیہ کی کہ ٹپنی ہی نہیں چکی ہوئی ہے دریشیہ کی

تغیر نشیہ کی معروف اور دیہی میں ہی مجہول معیوب قافیہ ہے۔

۸۔ سودا ہوسے دیو حیراں معیوب و کیر جب آگے سے اٹھ بھاگے قالین کے شیر

کیر میں ہی معروف اور تغیر نشیہ میں ہی مجہول ہے جو سماعت کو برا معلوم ہوتا ہے۔

۹۔ انتباہ دوم۔ مستقیدین بعض اوقات عربی کلمات میں یاے تختانی جو حرف

الف کے مالہ سے بنتی ہے اس کو بھی حرف ی کے ساتھ قافیہ کر لیتے تھے جس کے

جواز اور ناجوازی میں علمائے عرصہ میں بڑی بحثیں ہیں جو کتابوں میں درج ہیں

جن کا اب لکھنا محض توضع اوقات اور یکساں طولت ہے کیونکہ اب یہ ترکیب کسی طور

سے درست نہیں ہے۔

معروف۔ جب حرف واو کے قبل ضمہ اور ی کے پہلے کسرہ ہو تو یہ حروف زیادہ کھینچ کے کہے جاتے ہیں اور معروف کہلاتے ہیں جیسے نور میں واو اور تیر میں ی زیادہ دبا کے کہے جاتے ہیں۔

مجهول۔ جب حرف واو کے قبل ضمہ اور ی کے پہلے کسرہ کے سوا کوئی اور حرکت ہوتی ہے اس وقت حروف زیادہ کھینچ کے نہیں کہے جاتے اس لئے مجهول کہلاتے ہیں جیسے شوق اور سیر میں واو ی کے قبل فتح ہے اس وجہ سے وہ کھینچ کے نہیں کہے جاتے۔ اس لئے مجهول کہے جاتے ہیں۔

قاعدہ ۳۔ حرف روت بھی مثل حرف ردی کے اصلی اور جزو کلمہ ہوتا ہے۔ اگر زائد ہو تو قاعدہ صرفی سے جزو کلمہ بن کر بمنزلہ اصلی کے ہو گیا ہو جیسے قلق۔ چار سو فرس مندوقالین بیچ میں ایک مندریں

قالین میں ی اور ن دونوں حروف اصلی مگر ذریں میں تو ی اور ن حروف زائد ہیں مگر ذر کے ساتھ منسوب و متصل کر کے بمنزلہ اصلی ہو گئے ہیں

۲۔ روت مطلق وہ ہے کہ جب حرف روت اور ردی میں کوئی قاصدہ نہ ہو جیسے

۱۔ حرف روت الف کے ساتھ۔ اسیر
زبانہ رنج دیتا ہے بقدر حال انساں کو گدا کو فکر ناں اندیشہ عالم ہے سلاطین کو
۲۔ حرف روت واو معروف کے ساتھ۔ ذوق۔

شوق نظارہ ہے جب اُس سُرخ پر نور کا ہے مرام غ نظر پر دانہ شمع طور کا

۳۔ حرف روت مع واو مجهول۔ غالب

ظلمت کدہ میں میرے شب غم کا جوش ہے اک شمع ہے دلیل سحر وہ خموش ہے
شیر جالسی انسان کو لازم ہے کہ کیا ہوش ہے مانند شراب ناب پر جوش رہے
خدمات سے ملوں دگر دستانہ صدا گویا کہ بھرا ہوا گھر لب خاموش ہے

ہے یعنی یہ جائز نہیں ہے کہ ایک جگہ فتح اور اس کے مقابل قافیہ میں کسرہ یا ضمت آئے جیسے جوڑ کے مقابل نور اور (جانور) شیر کے مقابل قافیہ تیر لانا جائز نہیں ہے اس کا متقدمین اہل فارس لحاظ نہیں کرتے تھے۔

آدمی را آدمیت لازم است عود را اگر بوند باشد یا شد ہیتم است
اس شعر میں لازم کی ز کے تحت میں کسرہ ہے اور مقابل قافیہ میں ز مفتوح سے۔
یہ اب مبیوب سمجھا جاتا ہے

چونکہ حروف میں حرکات کی مختلف صورتیں حروف علت کے اختلاف سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے ان حروف علت کے اختلاف کو بھی سمجھ لینا چاہئے۔

حروف علت۔ الف۔ واو۔ اور ی ہیں ان میں جو اختلاف واقع ہوتے ہیں (اصطلاح میں اُس کے نام جدا گانہ ہیں۔

قاعدہ۔ اگر حرف حرکت ماقبل حرف علت کے مطابق ہو تو اصطلاح علم

قافیہ میں وہ گروہ کہے جاتے ہیں جیسے یار میں الف نور میں واو اور تیر میں ی۔
جب حرف ساکن الف ہو گا اس کا حرف ماقبل مفتوح ہونا چاہئے۔ اس
لئے حرف الف گروہ ہی ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضرور نہیں ہے کہ جہاں فتح ہو اُس کے

بعد الف ہی لایا جائے۔ دوسرے حروف بھی آتے ہیں

حرکت فتح۔ حرکت فتح دو طرح پر آتی ہے فتح طویل فتح قصیر۔
فتح طویل وہ ہے جس میں دو الف کی آواز شامل ہو جیسے آفتاب و آسمان میں

قصیر۔ جب فتح کے بعد حرف الف کے سوا کوئی دوسرا حرف ہوتا ہے

تو الف کی آواز کم ہو جاتی ہے اس کو فتح قصیر کہتے ہیں۔ جیسے قلم۔ سفر۔ میں۔

حرکات حروف واو۔ اداری۔ حروف واو اداری کی بھی دو حالتیں ہوتی
ہیں ایک کو معروف اور دوسرے کو مجہول کہتے ہیں۔

ن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ روی۔ ۲۔ روت۔ ۳۔ قید۔ ۴۔ تاسیس۔ ۵۔ وخیل۔ ۶۔ وصل۔
۷۔ مزید۔ ۸۔ خروج۔ ۹۔ نایزہ۔

۱۔ قاعدہ۔ یہ ضرور نہیں ہے کہ سب حروف مذکورہ قافیہ میں ایک ساتھ لائے جائیں۔ البتہ کم سے کم ایک حرف روی جو اصل ہے قافیہ کی وہ ضرور ہونا چاہئے۔

باب سوم حروف قافیہ

یاد رکھنا چاہئے کہ حرف روی جو اصل ہے قافیہ کی اُس کا ہر قافیہ میں رہنا ضروری ہے بقیہ حروف قافیہ میں سے چند حرف روی کے پہلے آتے ہیں اور کچھ حرف روی کے بعد لائے جاتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

حروف ماقبل روی۔ روی کے پہلے آئے والے چار قسم کے حروف ہوتے ہیں
۱۔ روت۔ ۲۔ قید۔ ۳۔ تاسیس۔ ۴۔ وخیل۔ یہ قبل حرف روی کے لائے جاتے ہیں اور حروف کلمہ ہوتے ہیں۔

قاعدہ۔ حرف روت۔ حرف روت تین طرح پر لایا جاتا ہے۔ روت مطلق۔ روت اصلی۔ روت نازدک۔

روت مطلق وہ حرف ہے جو ماقبل روی بلا فاصلہ ساکن ہو۔ جیسے یار میں الٹ اور میں ہوا (اور تیر میں) (ی)

قاعدہ ۲۔ حرف روت کے علاوہ اُس کے ماقبل حرف کو ساکن ہونا چاہئے۔ مثلاً میں کا خیال تھا کہ روت مطلق کے واسطے ماقبل روی کے حرف ساکن کا متحد ہونا کافی ہے لیکن اب علمائے ادب کا فیصلہ ہے کہ حرف روت کے ماقبل یہ حرف ساکن ہو اس میں بھی حرف روت کے اتحاد حرکت ضروری

باب دوم قافیہ

تعریف قافیہ۔ قافیہ کے معنی لغت میں پیچھے آنے والے کے ہیں اور مصطلح ادب میں قافیہ اُن چند حروف معین کو کہتے ہیں جو اشعار کے آخر میں لائے جاتے ہیں اور مختلف الفاظ کے جزو ہوتے ہیں۔ حروف قافیہ کا مستقل ہونا لازم نہیں ہے۔ البتہ جرت آخر جس کو ردی کہتے ہیں وہ مستقل ہونا ہے جیسے امیر۔

وقت و قرار ہے ردیہ عجب فیض قدم نقش پارہ میں بن جاتے ہیں دنیا و روم
اس شعر میں حرکت فتح قافیہ ہے اور ہم حرف ردی ہے۔
نمدی۔ اشد وہ جذبہ کا پیدا کرے نہا میری کہیں وہ پھر کو سبے داستان میری
اس شعر میں حرکت فتح ب اور ت پر ہے وہ قافیہ ہے الف دون حروف ردی ہیں
غایت قافیہ۔ قافیہ کی غایت یہ ہے کہ اشعار کے آخر الفاظ کے حروف کے تناسب میں کوئی قسم نہ پیدا ہو اور اشعار میں ایک قسم کی ہواری پیدا ہو جائے جو مسامحہ کو خوش آئند ہو اور غرض اس کی یہ ہے کہ اہل سخن کو علم قافیہ کے اصول کی واقفیت سے زبان پر وہ قدرت حاصل ہو جائے کہ اشعار کے آخر میں ایسے مناسب الفاظ لائے جائیں جو مطبوع خاطر سامعین ہو اور کلام کی مقبولیت بڑھ جائے

فائدہ۔ علم قافیہ کا فائدہ یہ ہے کہ انتخاب حروف قافیہ میں غلطی سے محفوظ رہے
موجد علم قافیہ۔ اگرچہ حب سے اشعار موزوں کی ابتداء ہوئی آخر کلام میں ایسے الفاظ مناسب لائے جاتے تھے جو سننے والوں کو بھلے معنوم ہوں لیکن بطور علم کے اس کا موجد ملک عرب میں مہملہ بن ربیع کہا جاتا ہے جو مشہور عربی شاعر امر القیس کا ماموں تھا
حروف قافیہ۔ ہر قافیہ کی رائے میں قافیہ کا اطلاق نو حروف پر ہے

باب اول قافیہ جزو علم میں

علم بدلے۔ بدائع کے معنی نادر اور انوکھی باتیں ہیں۔ اصطلاح ادب میں اس علم کو کہتے ہیں جس سے وہ امور واضح ہو جاتے ہیں جن سے کلام کی خوبیاں بڑھائی جاسکتی ہیں اور یہ طریقہ جس سے خوبیاں بڑھائی جاتی ہیں صنعت کہلاتا ہے۔

علیٰ مبدیٰ کا ذریعہ ہے۔ اعلم بذلیع است ایک تو کلام کا حسن بڑھاتا ہے۔ دوسرے معنی مستحکم
کی زبان دانج اور معلومات اور قدرت سخن نما۔ ہوتی ہے۔

صنعتیں جو کلام کی خوبیاں برحقاتی میں تین قسم کی ہیں ایک عقلی دوسرے مصنوعی تیسری
مذہبی جس میں عقلی اور مصنوعی دونوں قسم کی خوبیاں شامل ہوں۔ اس طور سے صنعتوں کی تعداد
بہت زیادہ ہے جن کا مفصل بیان تو علم بدیع کے رسالہ میں ہو گا یہاں صرف ان کے نام
کی فہرست درج کی ہے جس سے اسکی وسعت کا پتہ چل جائے۔

صنعت^{۱۰۰} تجنیس - صنعت^{۹۹} اشتقاق - صنعت^{۹۸} تکریر - صنعت^{۹۷} تصحیف - صنعت^{۹۶} توصیف - صنعت^{۹۵} استعارة
صنعت^{۹۴} استعارة - صنعت^{۹۳} تزیین - صنعت^{۹۲} قلب - صنعت^{۹۱} رد واجزائی - صنعت^{۹۰} مبدع - صنعت^{۸۹} مبدع
صنعت^{۸۸} نظار البعیر - صنعت^{۸۷} تفریح - صنعت^{۸۶} مباولة الراشدین - صنعت^{۸۵} الصیون - صنعت^{۸۴} فردوس - صنعت^{۸۳}
توافق - صنعت^{۸۲} نظروشر - صنعت^{۸۱} مناث - صنعت^{۸۰} مرج - صنعت^{۷۹} مدور - صنعت^{۷۸} برکت - صنعت^{۷۷} استلال
صنعت^{۷۶} اقناده الثلثه - صنعت^{۷۵} سیاق الاعداد - صنعت^{۷۴} توشیح - صنعت^{۷۳} شجر - صنعت^{۷۲} متلون - صنعت^{۷۱} شجرت
مخدوف - صنعت^{۷۰} منقوص - صنعت^{۶۹} لزوم بالایزم - صنعت^{۶۸} حذن - صنعت^{۶۷} مالمه - صنعت^{۶۶} منقوله -
صنعت^{۶۵} رقا - صنعت^{۶۴} اجینا - صنعت^{۶۳} فروع النقاط - صنعت^{۶۲} تحت النقاط - صنعت^{۶۱} ممل - صنعت^{۶۰} مشق
صنعت^{۵۹} واسع - صنعت^{۵۸} اشتقین - صنعت^{۵۷} مدرب - صنعت^{۵۶} افراد - صنعت^{۵۵} نهجا - صنعت^{۵۴} متون - صنعت^{۵۳}
تشرایح - صنعت^{۵۲} ممتنع - صنعت^{۵۱} جامع الحروف - صنعت^{۵۰} قیس - صنعت^{۴۹} اشعار - صنعت^{۴۸}
صنعت^{۴۷} معر - صنعت^{۴۶} لث - صنعت^{۴۵} این - صنعت^{۴۴} تلپاق - صنعت^{۴۳} ابرام - صنعت^{۴۲}

عرض حال

ناظرین کو معلوم ہے کہ رسالہ خیاں اب جو کئی سال تک شائع ہوتا رہا اس کی غرض صحیح علم ادب اردو کی اشاعت تھی جس میں شعرا کے قلم سے ساتھ علم عروض کے مسائل بیان کئے جاتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں زبان کی فصاحت و بلاغت - علم معانی و بیان اور علم عروض کے متعلق بسط رسالے شائع ہوئے جن کی یہ حالت ہوئی کہ اب دفتر میں کوئی جلد موجود نہیں ہے۔ وعدہ کیا گیا تھا کہ علم بدیع کے موضوع میں مفصل رسالہ ہدیہ کر کے قانون ادب اردو کی تکمیل کر دیا جائیگی جو کچھ کاغذ کی کمیابی سے اور کچھ اس سبب کہ سید محمد مسیح الزماں سلیمیم - اے پکچر لاء آباد یونیورسٹی جسکی ادارت میں رسالہ خیاں کی اشاعت ہوتی تھی اُن کا شغف اس باب میں کم ہو گیا کیونکہ اُن کا رجحان جدید ترقی پسند ادب کی طرف مائل ہو گیا جس سے رسالہ خیاں کا احسن البھی ملتوی ہو گیا اور یہ رسالہ بھی پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ لیکن بعض احباب کے اصرار سے اس خیال سے کہ جب علم عروض - فصاحت و بلاغت اور معانی و بیان کے موضوع میں تین کتابیں ہوں تو ناظرین کی جا چکی ہیں تو علم بدیع کی شرح میں کوتاہی علم ادب کی خدمت میں بڑی نقص ہے۔ کیونکہ زمانہ کے رجحان کے بدل جانے سے یہ بھی فائدہ نہیں ہے کہ کوئی اہل قلم دور جدید میں اس موضوع میں خامہ نہ سائی کی زحمت گوارا کرے یہ کمی پوری کر دے گا۔ اسلئے غرض ہوا کہ جس طور سے ہو اس موضوع میں مفصل رسالہ مرتب کر کے قانون ادب کی تکمیل کر دیا جائے۔

علم بدیع کسی زمانہ میں ادب کی جان تھا جب تک اس علم پر عبور نہ ہو کوئی ادب کامل نہیں ہو سکتا تھا اور اب گو کہ بوجہ سہل انکاری کے طبعیتیں اس مشکل کی طرف سے

شعر و شاعری

علم قائم و درویش

از

پیرمردی از مال و دستگیر

از دگر

باشد

خیال الی الی

سازد

